۲۱ر دسمبر ۱۹۹۲ء
ہفت روزہ

ندائے خلافت

لاہور

جلسہ ہائے خلافت

سنت نگر لاہور سے ڈسکہ تک

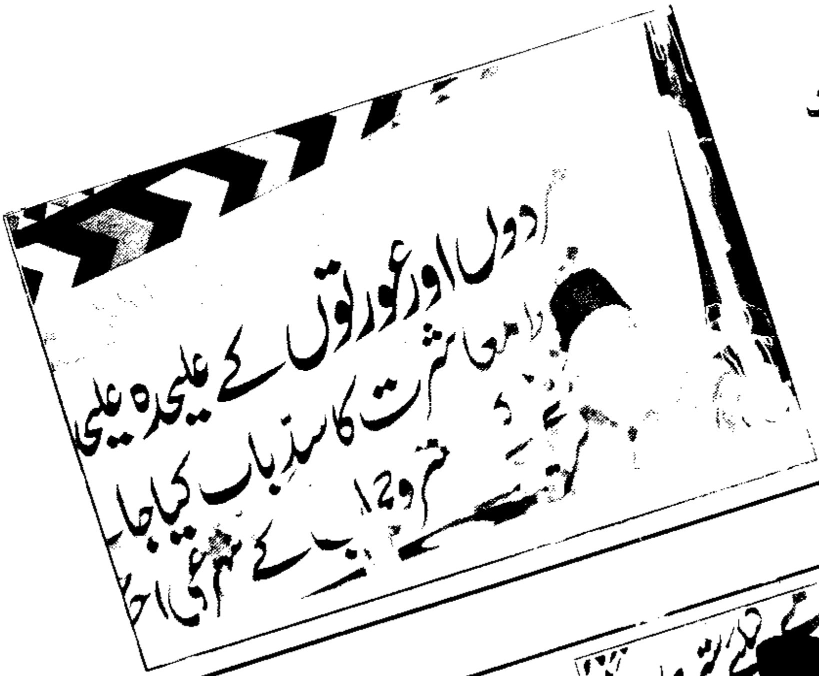

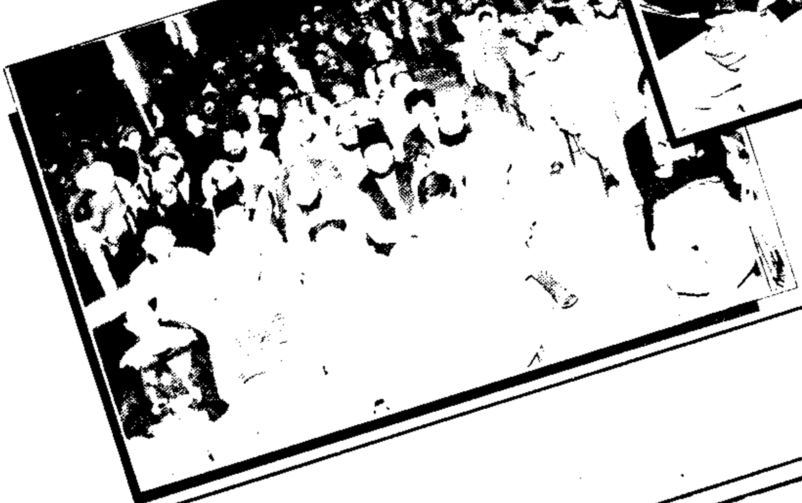

جلسہ ہائے خلافت

سنت نگر لاہور اور ڈسکہ کے جلسوں کی رپورٹ

لاہور

(غازی محمد وقاص)

تنظیم اسلامی لاہور نے سال ۹۰ء اور سال ۹۱ء کے دوران تین بڑے جلسے منعقد کئے۔ پہلا جلسہ ۱۷ مئی ۹۰ء کو چوبرجی کوارٹرز کی گراؤنڈ میں منعقد ہوا اور باقی دونوں جلسے باغ بیرونی موچی دروازہ میں ماہ اکتوبر میں ہوئے۔ اس سال ماہ اکتوبر کے آغاز ہی سے بہت سے رفقاء اور احباب کی طرف سے یہ استفسار آرہا تھا کہ اس سال بھی لاہور میں کوئی بڑے جلسہ کا پروگرام بنایا گیا ہے یا نہیں اور اسی طرح تنظیم اسلامی لاہور شہر کی مجلس عاملہ بھی اپنی جگہ کافی عرصہ سے جلسے کے انعقاد کے بارے میں غور و خوض کررہی تھی لیکن مالی وسائل کی کمی سب سے بڑی رکاوٹ تھی۔

جب اس کمی کا ذکر جناب عبدالرزاق صاحب ناظم تحریک خلافت و ناظم اعلیٰ تنظیم اسلامی پاکستان سے کیا گیا تو انہوں نے پورے تعاون کی یقین دہانی کروائی۔ اس بڑی دشواری کے دور ہونے کے بعد مجلس عاملہ تنظیم اسلامی لاہور شہر نے امیر لاہور شہر مرزا ایوب صاحب کی زیر قیادت جلسے کے انعقاد کے ضمن میں غور و خوض کے بعد یہ فیصلہ کیا کہ پورے لاہور شہر کا ایک ہی جلسہ کسی ایک مرکزی مقام پر منعقد کرنے کی بجائے لاہور کے مختلف علاقوں میں چھوٹے پیمانے پر زیادہ جلسے کئے جائیں تاکہ تنظیم اسلامی اور تحریک خلافت کی دعوت لاہور شہر کے تمام گوشوں میں پہنچ سکے۔

ماہ مئی ۱۹۹۲ء سے تنظیم اسلامی لاہور شہر لاہور کے مختلف علاقوں میں اپنی دعوتی سرگرمیوں کے ضمن میں ہر ماہ ایک کارنر میٹنگ کسی مصروف چوک میں باقاعدگی سے منعقد کرتی ہے جس کا مقصد گلی گلی کوچہ کوچہ عوام الناس تک یہ بات پہنچانا ہے کہ نظام خلافت ہی ہمارے تمام دکھوں کا مداوا ہے استحصال، ظلم، مہنگائی، باہمی منافرت، سیاسی ابتری اور مذہبی فرقہ واریت کا علاج نظام خلافت کے قیام ہی سے ممکن ہے اور اس کا قیام نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت سے اخذ شدہ انقلابی منہاج کے ذریعے ہی ممکن ہے۔

کارنر میٹنگ کا پروگرام اصل میں تنظیم اسلامی لاہور شہر کے ماہانہ ایک روزہ تربیتی و دعوتی پروگرام کا آخری پروگرام ہوتا ہے یہ پروگرام علاقے کی کسی مسجد میں جمعرات کو نماز عشاء کے ساتھ شروع ہوتا جس میں تمام رفقاء کی شرکت ضروری ہوتی ہے۔ ہر نماز کے بعد مختلف رفقاء فرائض دینی کے حوالے سے گفتگو کرتے ہیں اور نماز جمعہ سے قبل مختلف نوعیت کے تربیتی پروگرام ہوتے ہیں۔ نماز جمعہ کے نمازیوں کے لئے کتب کا سٹال بھی لگایا جاتا ہے اور مختلف مساجد میں کارنر میٹنگ کی اطلاع سے متعلق ہینڈ بل بھی تقسیم کئے جاتے ہیں۔

گذشتہ تین ماہ سے ہماری دعوتی سرگرمیوں کا مرکز سنت نگر اور ملحقہ علاقہ اسلام پورہ رہا جہاں سے امیر محترم نے جماعت اسلامی کے زمانے اور اس کے بعد تنظیم اسلامی کے قیام سے قبل اپنے دروس قرآن سے لوگوں کے دلوں کو نہ صرف منور کیا بلکہ انہیں کار امت بسار زیم کی دعوت بھی دی۔ اس علاقے کے ہمارے سرگرم رفیق شجاع الدین صاحب نے محنت، شوق و جذبہ سے اپنے علاقے میں دو کارنر میٹنگ کے پروگرام نہ صرف منعقد کروائے بلکہ ان کے لئے انتھک محنت اور جذبہ کے ساتھ کام بھی کیا۔ اور انہی کی پر زور فرمائش پر اسی علاقے میں جلسے کے انعقاد کا فیصلہ کیا گیا۔

امیر محترم سے دن اور وقت طے کرنے کے بعد رفقاء نے جلسے کے لئے تیاریاں شروع کردیں۔

۳ر دسمبر ۹۲ء بروز جمعرات بعد نماز عشاء اس کا دن اور وقت طے پایا۔ جلسہ کے انتظامات کے ضمن میں اس علاقے کے نقیب اعلیٰ جناب عمران چشتی صاحب ناظم بنائے گئے دیگر کاموں کے لئے مختلف رفقاء کی ڈیوٹیاں لگائی گئیں۔ عمران چشتی صاحب نے ایک ہزار پوسٹر اپنی نگرانی میں لگوائے اور ۶۰۰ ہینڈ بل مساجد میں اور رفقاء کے ذریعے گھر گھر رابطہ کرکے پہنچائے اسی طرح جلسہ سے تین دن قبل اس علاقے کے گرد و نواح میں گاڑی پر اعلان بھی کروایا گیا۔

الحمدللہ کہ تمام کام اپنے وقت پر انجام پاگئے چوک سنت نگر میں سٹیج بنایا گیا اور سردی سے بچاؤ کے لئے ٹینٹ کی عارضی چھت استادہ کی گئی اور حاضرین کے اطمینان سے بیٹھ کر سننے کے لئے ۵۰۰ کرسیاں بھی لگائی گئیں تاکہ لوگ کام کی باتیں دل میں اتاریں اور کچھ کرنے کا عزم لے کر اٹھیں۔ نماز عشا کے بعد سٹیج سیکرٹری جناب ایوب بیگ مرزا امیر تنظیم اسلامی لاہور شہر نے تلاوت کے لئے قاری مقبول صاحب کو دعوت دی جس کے بعد تنظیم اسلامی گوجرانوالہ ڈویژن کے معاون ناظم جناب مرزا ندیم بیگ نے اپنے مخصوص پر جوش انداز میں خطاب فرما کر فضا کو اس درجے گرما دیا کہ سردی کی شدت کم

(باقی اندرونی سرورق کے دوسری جانب)

امیر محترم کا دورۂ سرحد
۱۸ر دسمبر بروز جمعہ المبارک ۱۰ بجے صبح
بمقام ٹاؤن ہال مردان
موضوع: "نظام خلافت کیا، کیوں اور کیسے؟"

تاخلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

تحریکِ خلافت پاکستان کا نقیب

ہفت روزہ **ندائے خلافت** لاہور

جلد ۱ شمارہ ۴۶

۲۱ / دسمبر ۱۹۹۲ء

مدیر
اقتدار احمد

معاون مدیر
حافظ عاکف سعید

یکے از مطبوعات
تنظیمِ اسلامی

مرکزی دفتر: ۶۷-اے، علامہ اقبال روڈ، گڑھی شاہو لاہور

مقامِ اشاعت
۳۶۔ کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور
فون: ۸۵۶۰۰۳

پبلشر: اقتدار احمد طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ، لاہور

قیمت فی پرچہ: ۵/- روپے

سالانہ زرِ تعاون (اندرون پاکستان) ۲۰۰/- روپے

زرِ تعاون برائے بیرونِ پاکستان

سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، بھارت	۲۰	امریکی ڈالر
مسقط، عمان، بنگلہ دیش	۱۵	〃 〃
افریقہ، ایشیا، یورپ	۴۰	〃 〃
شمالی امریکہ، آسٹریلیا	۴۴	〃 〃

افتتاحیہ

بابری مسجد کی شہادت... ایک رام کہانی کا عنوان

اس ہفتے کا موضوع کچھ ایسا نازک ہے کہ قلم جولانیاں دکھانے سے معذور ہے ' چوکڑیاں بھول گیا ہے۔ بھارت میں متعصب ہندوؤں نے بالآخر ایودھیا کی تاریخی بابری مسجد کو شہید کر کے چھوڑا جو گذشتہ ۴۴ برسوں سے ان کے دلوں میں کانٹے کی طرح کھٹکتی تھی لیکن یہ سانحہ ہی وہ قیامت نہیں جو مسلمانوں پر گزرنی تھی اور گزر گئی بلکہ اس رام کہانی کا محض عنوان ہے جس نے رام مندر کی آڑ میں جنم لیا اور اب جوان ہو کر پردہ سکرین پر آئی ہے۔ اس کا انجام ہندو کو یہ مطلوب ہے کہ بھارت سے مسلمان کا نام اور اس کا نشان یعنی اسلام حرف غلط کی طرح مٹ جائے۔ دنیا نے دیکھ لیا ہے کہ بھارت کا سیکولرزم بس ایک نقاب تھا جسے سرکنے سے روکنے کی کوشش ناکام ہو گئی اور یوں وہ مکروہ چہرہ سب کے سامنے آگیا ہے جس کے خدوخال قبل ازیں صرف بھارتی مسلمانوں کو نظر آتے تھے۔ مسلمان ملکوں بالخصوص دیارِ عرب میں بھارت اپنے آپ کو ایک "مسلم ملک" کی حیثیت سے پیش کرتا رہا ہے اور جواز اس کا یہ تھا کہ پاکستان کی آبادی سے زیادہ تعداد میں مسلمان بھارت میں بستے ہیں۔ یہ جواز ایک دعوے کی شکل میں بھی سامنے آچکا ہے جب بھارتی وفد اسلامی ملکوں کی تنظیم کے ایک سربراہی اجلاس میں شرکت کے لئے پہنچ گیا تھا اور اس وقت کے صدر پاکستان' جنرل یحییٰ اگر اپنے موقف پر مضبوطی سے ڈٹ نہ جاتے تو اسے اس مجلس میں باریابی کا موقع بھی مل ہی جاتا۔

اسلامی ممالک کی تنظیم (او آئی سی) کی اگلی سربراہی کانفرنس تو شاید دور ہے تاہم اقوام متحدہ میں متعین ان کے نمائندوں نے نیویارک میں ایک اجلاس منعقد کیا اور بابری مسجد کی شہادت پر صدائے احتجاج بلند کرنے کے علاوہ بھارت سے دو نکاتی مطالبہ بھی کیا ہے۔ ایک یہ کہ بھارتی حکومت اپنے خرچ پر مسجد کی دوبارہ تعمیر کرے اور دوسرے یہ کہ مسلمان اقلیت کے تحفظ کا معقول انتظام کیا جائے تاہم اس میں "ورنہ" قسم کی کوئی بات موجود نہیں۔ یعنی یہ نہیں کہ اگر ایسا نہ کیا گیا تو مسلم حکومتیں بھارت سے سیاسی اور تجارتی مقاطعہ کر لیں گی جبکہ حقیقت یہ ہے کہ محض یہ دھمکی ہی بھارت کے بنیوں پر کارگر ہو سکتی تھی۔ الگ الگ سوائے اسلامی جمہوریہ ایران اور بنگلہ دیش کے 'کسی اور مسلمان ملک نے اپنے دارالحکومت سے سرکاری طور پر اس سانحہ کا نوٹس بھی نہیں لیا۔ ظاہر ہے کہ او آئی سی کی یہ نیم دلانہ کوشش مطلوبہ نتائج پیدا کرنے میں ناکام رہے گی اور بھارتی مسلمانوں کا مستقبل بدستور بی جے پی اور آر ایس ایس کے رحم و کرم پر رہے گا۔

پاکستان میں بابری مسجد کی شہادت پر جو ردعمل سامنے آیا اسے شدید کہنا بھی کم ہے لیکن جوش میں ہوش کا دامن ہاتھ سے چھوٹ گیا جس کا نتیجہ یہ ہے کہ ہمیں لینے کے دینے پڑ رہے ہیں۔ زیر استعمال اور عرصے سے ویران مندروں کو مسمار کر کے ہم نے ایک طرف اپنی اخلاقی ساکھ کو ضعف پہنچایا ہے اور دوسری طرف ہماری حکومت کو کسی مطالبے کے بغیر از خود رضاکارانہ یہ پیشکش کرنی پڑی کہ ان کی تعمیر نو اور مرمت کا کام سرکاری خرچ پر کرایا جائے گا۔ گویا مسجدوں کو بچاتے بچاتے مندروں کو بنانے اور ان میں مورتیوں کو سجانے کی نوبت آگئی ہے۔ بت شکنوں کو اب بت گری کرنی پڑے گی' اسے ستم ظریفی کہنا بجائے خود ستم ظریفی ہے لیکن یہ کرنی کا پھل ہے اور اس سے مفر نہیں۔ ہمارے ہاں عوام کی اخلاقی و دینی تربیت کا ان لوگوں کو بھی کبھی خیال نہیں آیا جو اس کے براہ راست ذمہ دار ہیں چنانچہ دینی مدرسوں میں علمائے کرام کی ناک تلے پرانے اور متروک مندر بھی مسمار کئے گئے اور اخبارات نے لاہور کے مندروں کے انہدام کی خبروں پر اس طرح کی سرخیاں جمائیں کہ "لاہور پاک ہو گیا"۔

المیہ یہ ہے کہ بقول ڈاکٹر اسرار احمد امیر تنظیم اسلامی ' برعظیم ہندوستان کے مسلمان تو احیائے دین اور پان اسلام ازم کے فلک شگاف نعرے لگا کر پھر سے سو گئے اور "چپ راست" کے کاشن دینے کے بعد قدم اٹھانا بھول گئے لیکن یہ شور و غل مہا بھائیوں کو بیدار کر گیا۔ راشٹریہ سیوک سنگھ نے خاموشی سے اپنی تنظیم اور عسکری تیاری شروع کی اور پچھلے ستر برسوں میں خود کو عملی سیاست کی رعنائیوں سے الگ رکھتے ہوئے اپنی صفوں کو مضبوط کر کے اب اس قابل کر لیا ہے کہ بزعم خویش سیکولر بھارتی حکومت کی ناک میں نکیل ڈال دی۔

(باقی صفحہ ۱۸ پر)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الہدیٰ

ہم دیکھتے رہے ہیں ' تمہارے چہرے کا بار بار اٹھنا آسمان کی طرف ' پس ہم لازماً " پھیر دیں گے تمہیں اس قبلے کی طرف جو تمہیں پسند ہے '

(کہ مکہ میں رہتے ہوئے آپ ؐ کے لئے استقبال قبلتین ممکن تھا۔ آپ ؐ خانہ کعبہ کی جنوبی سمت کھڑے ہو کر نماز ادا فرماتے تو بیت اللہ بھی سامنے ہوتا اور اسی سمت میں چونکہ بیت المقدس واقع ہے ' لہٰذا اس کا استقبال بھی ہو جاتا۔ مدینہ میں یہ صورت ممکن نہیں تھی۔ وہاں اگر آپ ؐ بیت المقدس کی جانب رخ کر کے نماز ادا فرماتے تو خانہ کعبہ کی طرف پیٹھ ہوتی۔ قبلہ اول جو ابو الانبیاء اور حضور ؐ کے جد امجد حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قبلہ تھا ' سے یہ انقطاع آپ پر بہت شاق گزرتا تھا اور آپ ؐ جانتے تھے کہ بیت المقدس کو قبلہ بنانے کا حکم ایک عبوری مدت کے لئے تھا ' لہٰذا اس بارے میں وحی کے انتظار میں آپ کی نگاہیں بار بار آسمان کا طواف کرتیں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس کیفیت سے پروردگار عالم سے بڑھ کر کون واقف ہو سکتا تھا ' چنانچہ بالآخر آپ ؐ کی پسند اور خواہش کے مطابق تحویل قبلہ کا حکم نازل ہوا۔ ع "افلاک سے آتا ہے نالوں کا جواب آخر"!)

پس اب تم پھیر لو اپنے چہرے کو مسجد حرام کی طرف ' اور جہاں کہیں بھی تم ہو تو اپنے چہروں کو اسی کی جانب پھیرو

(سورۃ البقرۃ آیت ۱۴۴)

(کہ اب اس حکم کے نازل ہونے کے بعد بلا تاخیر اپنے چہروں کو مسجد حرام یعنی خانہ کعبہ کی طرف پھیر دو۔ ان آیات کے نزول کے وقت آپ مسجد بنی سلمہ میں باجماعت نماز ظہر ادا فرما رہے تھے اور نزول حکم سے قبل جبکہ آپ کا رخ بیت المقدس کی جانب تھا ' دو رکعتیں ادا فرما چکے تھے۔ دوران نماز ہی آپ ؐ نے اور آپ ؐ کی اقتداء میں نماز ادا کرنے والے تمام مسلمانوں نے اپنا رخ کعبہ کی طرف کر لیا اور بقیہ دو رکعتیں مکمل کیں۔ اسی سبب سے اس مسجد کو مسجد قبلتین کے نام سے یاد کیا جاتا ہے)

اور جن لوگوں کو کتاب ملی وہ یقیناً جانتے ہیں کہ یہی ان کے رب کی جانب سے حق ہے ' اور اللہ بے خبر نہیں ہے ان کاموں سے جو وہ کرتے ہیں ○

ترجمانی: حافظ عاکف سعید

(کہ اہل کتاب اگرچہ تحویل قبلہ کے واقعے پر مخالفانہ پراپیگنڈا کریں گے اور اس کے حوالے سے مسلمانوں کو راہ حق سے منحرف کرنے کی بھرپور کوشش کریں گے ' لیکن فی الحقیقت وہ اس بات سے اچھی طرح آگاہ ہیں کہ ملت ابراہیمی کا اصل قبلہ یہی خانہ کعبہ ہے۔ اور تحویل قبلہ کا یہ حکم بالکل برحق ہے اور خود ان کی توقعات کے عین مطابق ---باقی اپنے نسلی تعصب اور ضد کے باعث جو حرکتیں وہ کر رہے ہیں ' اللہ ان سے ہرگز بے خبر نہیں ہے!)

جوامع الکلم

تم میں سے جب کوئی شخص لوگوں کو نماز پڑھائے تو تخفیف سے کام لے۔ اس لئے کہ ان میں کمزور ' بیمار اور بوڑھے بھی موجود ہوتے ہیں۔ اور جب کوئی شخص اکیلا نماز پڑھے تو جس قدر چاہے اسے طول دے!

(مخلوق خدا پر شفقت کرنے کی رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے خصوصی تلقین فرمائی ہے۔ اسی کا ایک مظہر آپ ؐ کا یہ حکم ہے کہ جو شخص نماز میں امامت کا فریضہ سرانجام دے وہ اپنے مقتدیوں کا خیال کرتے ہوئے نماز کو زیادہ طول نہ دے۔ ہاں اگر نماز میں لمبی قراءت اسے محبوب ہو تو جب وہ تنہا نماز ادا کرے یعنی سنتیں یا نوافل ادا کر رہا ہو تو وہ شوق سے جتنی چاہے طویل قراءت کرے!)

پاکستان کس نے توڑا، کیوں توڑا؟

سقوط مشرقی پاکستان کے پانچ سبق

- ☆ نظام جبر کے تحت اقتصادی ترقی ناپائیدار ہوتی ہے
- ☆ فوجی جنرلوں کے سیاسی جوڑ توڑ خطرناک نتائج پیدا کرتے ہیں
- ☆ سیاسی مسائل فوجی آپریشن سے حل نہیں ہوسکتے
- ☆ اسلام اور نظریہ پاکستان کے نعروں کا غلط استعمال نہیں ہونا چاہیے
- ☆ جذباتیت، جھوٹا پراپیگنڈا اور الزام تراشی کی سیاست غلط ہے

عبدالکریم عابد

سقوط مشرقی پاکستان کا پہلا سبق یہ تھا کہ جبر اور آمریت کی بنیاد پر سیاسی نظام کے تحت اقتصادی ترقی ناپائیدار ہوتی ہے کیونکہ اس ترقی سے لوگوں کے احساس محرومی میں کمی کی بجائے اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ ایوب خاں نے ملکی اقتصادیات کے لئے بہت کچھ کیا اور اس کا فائدہ مشرقی پاکستان کو بھی پہنچا تھا لیکن مشرقی پاکستان کو چھوڑیئے، خود پنجاب ایک زبردست احساس محرومی کا شکار ہوگیا۔ اگرچہ پنجاب کو مارشل لاء سے بہت کچھ مادی فائدے پہنچے تھے لیکن لوگ ایک خلا محسوس کرتے تھے اور بے چین تھے۔ اس بے چینی کا اظہار محترمہ فاطمہ جناح کے سیاسی میدان میں آنے کے بعد واضح ہوگیا تھا۔

جب ایوبی مارشل لاء پنجاب کو مطمئن کرنے میں ناکام رہا تو مشرقی پاکستان اور مغربی بازو کے دوسرے چھوٹے صوبوں کو وہ کیسے مطمئن کر سکتا تھا۔ چنانچہ عدم اطمینان کا قطرہ قطرہ مل کر نفرت کا دریا بن گیا مگر نگاہ بصیرت سے محروم ہمارے دانشوروں کو نفرت کے اس دریا کی بجائے محبت کا زمزمہ بہتا نظر آیا اور ذرائع ابلاغ نے ایوبی عشرہ کی کامیابیوں اور کارگزاریوں کے بارے میں صفحات کے صفحات سیاہ کردئے، ریڈیو اور ٹیلی ویژن پر ان کامیابیوں کا زبردست پروپیگنڈہ کیا گیا لیکن سب بے کار رہا اور ایوب خاں کا نظام جو بظاہر بہت مستحکم نظر آرہا تھا، ایک سیاسی عدم استحکام پر منتج ہوا جس سے معیشت بھی آگے بڑھنے کی بجائے پیچھے چلی گئی۔ سقوط مشرقی پاکستان کا پہلا سبق یہی ہے کہ اقتصادی منصوبہ بندی اور تعمیر و ترقی کی کوششوں کی کوئی مستقل اہمیت نہیں ہے۔ اگر ایک ایسا سیاسی نظام اس کے ساتھ نہ ہو جس پر ملک میں سب کی رضا مندی، اطمینان اور اعتماد شامل ہو۔

سقوط مشرقی پاکستان کا دوسرا سبق یہ ہے کہ جب فوجی جنرل اپنے اصل فرائض کی ادائیگی کی بجائے سیاسی جوڑ توڑ اور ساز باز کا مشغلہ اختیار کرتے ہیں تو اس کا نتیجہ خوفناک ہوتا ہے۔ ایوب خاں کے زوال میں بنیادی کردار جی ایچ کیو کی سازشوں نے ادا کیا۔ بھٹو کی یحییٰ خاں اور دوسرے جنرلوں کے ساتھ ملی بھگت قائم ہوگئی تھی۔ اس ملی بھگت کا نتیجہ ایوب خاں کے خلاف ایجی ٹیشن تھا جس میں خفیہ ایجنسیوں کا بڑا ہاتھ تھا۔ اس موقع پر فوج نے ایوب خاں کا ساتھ دینے سے انکار کیا کیونکہ یحییٰ خاں نئے مارشل لاء کے لئے تیار بیٹھے تھے۔

ایوب خاں نے گول میز کانفرنس میں دیرینہ اور مسلمہ سیاسی رہنماؤں سے سیاسی سمجھوتہ پر رضا مندی ظاہر کردی، یہ مان لیا کہ ملک میں بالغ حق رائے دہی کے تحت انتخابات ہونگے، وفاقی پارلیمانی نظام ہوگا آئندہ انتخابات میں وہ صدارتی امیدوار بھی نہیں ہونگے۔ ایوب خاں نے مجیب کو گول میز کانفرنس میں سمجھوتہ کے لئے پیرول پر رہا کیا اور مجیب بھی مصالحت پر آمادہ تھا لیکن عین گول میز کانفرنس کے دوران یحییٰ خاں نے مجیب کو طلب کیا اور ایک خفیہ ملاقات ہوئی۔

اس خفیہ ملاقات میں جنرلوں نے مجیب سے کہا کہ وہ ایوب خاں سے مصالحت نہ کرے، ہم مارشل لاء لگانے والے ہیں اور نئے انتخابات کرانے کے بعد مشرقی پاکستان کی خود مختاری کے بہت سے مطالبات تسلیم کرلینگے۔ اس ساز باز نے مجیب کے رویہ میں

یکدم تبدیلی پیدا کردی ۔ دوسری طرف یحییٰ بھٹو ملی بھگت کے تحت بھٹو گول میز کانفرنس سے باہر اسے سبوتاژ کرنے کے لئے تیار کھڑے تھے۔

تاریخ کا یہ عبرت انگیز واقعہ ہے کہ جب ایوب خاں آمر تھا تو بھٹو بھی اس کا مطیع تھا اور قوم نے بھی اس کے آگے سر جھکا رکھا تھا لیکن جب وہ جمہوریت دینے پر آمادہ ہوا تو اس سے جمہوریت لینے کی بجائے سڑکوں پر ایوب کتا ہائے ہائے کے نعرے گونجنے لگے۔ یہ ایک سازش کے تحت تھا ورنہ ایوب خاں کے زیر اہتمام انتخابات ہوتے تو انتخابی صورت حال مختلف ہوسکتی تھی کیونکہ کنونشن لیگ کا ڈھانچہ موجود تھا، مشرقی پاکستان میں منعم خاں، صبور خاں اور فضل القادر چودھری وغیرہ کے ذریعہ اس علاقہ پر ایوب کی گرفت تھی لیکن ایوب حکومت کے گر جانے اور کنونشن لیگ کے بیٹھ جانے کے بعد جو خلا پیدا ہوا، اسے مجیب کی عوامی لیگ نے پر کیا۔

یحییٰ خاں نے انتخابات تو واقعی غیر جانبدارانہ کرائے لیکن اس میں بھی بدنیتی کارفرما تھی کہ ۵۶ء یا ۶۵ء کے سابقہ آئین یا ۶۲ء کے آئین میں ضروری ترمیم کے بعد اس آئین کے تحت بھی الیکشن کرائے جاسکتے تھے اور اس طرح آئین کے سوال پر ٹکراؤ نہ ہوتا لیکن یحییٰ خاں چاہتے تھے کہ یہ ٹکراؤ پیدا ہو اور فوجی لال بجھکڑوں کا تجزیہ تھا کہ منتخب اسمبلی آئین کے سوال پر چھوٹے چھوٹے ٹکروں میں منقسم ہوگی ۔ کسی ایک کے پاس فیصلہ کن طاقت نہیں ہوگی اور ہم اس اسمبلی کو اپنے آلہ کار کے طور پر استعمال کرلینگے۔ لیکن ہوا اس کے برعکس، مجیب نے مشرقی پاکستان میں اور بھٹو نے مغربی پاکستان میں زبردست کامیابی حاصل کی۔ مجیب کی کامیابی تقریباً صدفی صد تھی اور جرنلوں کے سیاسی جوڑ توڑ اور ساز باز کی ساری بساط اوندھی ہوگئی تھی۔

خود بھٹو بھی کامیابی کے بعد یحییٰ خاں کے لئے چیلنج بن گئے ۔ یحییٰ خاں نے مجیب کو مستقبل کا وزیراعظم قرار دے کر اس سے سمجھوتہ کرنا چاہا اور سمجھوتہ بھی ہوگیا کہ وزیراعظم مجیب ہونگے اور یحییٰ خاں صدر ہونگے لیکن یہ سمجھوتہ بھٹو کے مفاد میں نہیں تھا۔ اس نے مخالف بھارت اور روٹی کپڑا اور مکان کے نعروں کے ذریعہ نہ صرف پنجاب کے عوام بلکہ فوج میں بھی مقبولیت حاصل کرلی تھی اور جنرل یحییٰ خاں کے خلاف دوسرے جرنلوں سے بھٹو کی نئی ساز باز بھی ہوگئی تھی ۔ اس بنیاد پر بھٹو نے قومی اسمبلی کا اجلاس بلانے پر دھمکی دی کہ جو بھی اس اجلاس میں جانے کا ارادہ کرے گا اس کی ٹانگیں توڑ دی جائیں گی۔

یحییٰ خاں میں ہمت نہیں تھی کہ وہ اس دھمکی کی مذمت کرتا چنانچہ اس نے حالت بے بسی میں قومی اسمبلی کا اجلاس ملتوی کردیا اور بھٹو کو نائب وزیراعظم کا عہدہ بھی دے دیا۔ یہ سب کچھ ایک سبق ہے کہ اگر فوجی جنرل اپنے سپاہیانہ کردار کو چھوڑ کر اقتدار کے جوڑ توڑ میں پڑجائیں تو وہ خود بھی ذلیل ہوتے ہیں اور ملک و قوم کو بھی ذلیل کرتے ہیں

سقوط مشرقی پاکستان کا تیسرا سبق یہ ہے کہ سیاسی مسائل کے حل کا طریقہ یہ ہے کہ سیاسی مذاکرات ہوں اور سیاسی تصفیہ کیا جائے ۔ اگر مشرقی پاکستان میں یہ راستہ اختیار کیا جاتا تو علیحدگی نہ ہوتی یا کم از کم علیحدگی کی ذلت انگیز صورت نہ ہوتی لیکن سیاسی تصفیہ کی بجائے فوجی آپریشن کا راستہ اختیار کیا گیا اور اس آپریشن سے معاملہ سلجھنے کی بجائے الجھ گیا۔ بھٹو نے فوجی آپریشن پر کہا تھا کہ پاکستان کو بچالیا گیا لیکن در حقیقت جس دن فوجی آپریشن کیا گیا، اس دن ملک کے ٹوٹنے کے عمل کا آغاز کردیا گیا تھا اور اب بھی جہاں کہیں سیاسی تصفیہ کی بجائے فوجی آپریشن پر تکیہ کیا جائے گا، یہی نتیجہ برآمد ہوگا۔

سقوط مشرقی پاکستان کا چوتھا سبق یہ ہے کہ اسلام، پاکستان اور جہاد کا جھوٹا شور برپا کرکے حالات کی رو کو تبدیل نہیں کیا جاسکتا۔ اسٹیبلشمنٹ نے ہمیشہ اسلام اور پاکستان کی سالمیت کے نعرہ کو اپنے اقتدار کے لئے آلہ کار کے طور پر استعمال کیا اور یہ بدنصیبی ہے کہ ہر بار آلہ کار کے طور پر اسلام اور نظریہ پاکستان کے نعرے اسٹیبلشمنٹ کی خدمت میں پیش کردئے جاتے ہیں لیکن مارشل لاء کا ضمیمہ بن کر جو کچھ مشرقی پاکستان میں کیا گیا، ان سے اسلام اور پاکستان دونوں کو ہی نقصان پہنچا۔ اس لئے یہ بات آئندہ کے لئے طے ہوجانی چاہیے کہ اسٹیبلشمنٹ اور ناجائز اقتدار کے تحفظ کے مسئلہ کو اسلام اور پاکستان کا مسئلہ بنانے کی اجازت نہیں دینی چاہیے۔

سقوط مشرقی پاکستان کا پانچواں سبق یہ ہے کہ ملک کے مستقبل کے لئے جذبات کی بجائے عقل سے سوچنا چاہیے ۔ ملک میں ایک جنون پیدا کردینے سے مسئلہ کے حل میں مدد نہیں مل سکتی۔ اس زمانے میں بھارت کے خلاف تقریر و تحریر میں جوش و جذبہ کا اظہار کیا جاتا تھا ۔ جگہ جگہ "کرش انڈیا" کے نعرے نظر آتے تھے ۔ بنگالیوں اور ان کی قیادت کو ہندوؤں اور بھارت کا ایجنٹ قرار دیا جاتا تھا ۔ یہ دلیل دی جاتی تھی کہ پاکستان کے دشمنوں سے ہم کیسے ہاتھ ملا سکتے ہیں ۔ اس طرح کے جذباتی طرز عمل اور پروپیگنڈہ یا الزامات کا طوفان اٹھا کر پہلے ہی ہم بہت نقصانات اٹھا چکے ہیں اور سقوط مشرقی پاکستان اس کے لئے سبق ہونا چاہیے کہ سیاست کو نہ جذباتیت کے تابع ہونا چاہیے نہ فریق ثانی کے خلاف پروپیگنڈہ بازی سے کچھ حاصل ہوسکتا ہے۔

سیاسی مسائل حل کرنے کے لئے غیر جذباتی اور سنجیدہ کوشش ہونی چاہیے جواب کہیں نظر نہیں آتی اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سقوط مشرقی پاکستان سے ہم نے کچھ بھی نہیں سیکھا ہے اور یہ کہنا تو بڑی ستم ظریفی ہے کہ بھٹو نے پاکستان توڑا، بھٹو نے نہیں غلط قسم کے جرنیلوں نے اور سیاستدانوں نے پاکستان توڑا تھا۔ بھٹو تو ان کا صرف ایک آلہ کار تھا۔ اس مقصد کے لئے ان کے دوسرے آلہ کار بھی تھے جو دوسرے انداز میں دوسرے محاذوں پر کام کرتے رہے اور فوجی ٹولے کی ان سازشوں کے پس پردہ امریکی سازش بھی تھی جو مشرقی پاکستان کو الگ کرنا چاہتا تھا اور ہماری اقتصادیات کو ایک خاص حد سے آگے بڑھنے سے روکنے کے لئے الٹا پہیہ گھمانا چاہتا تھا۔

انہی مقاصد کے حصول کے لئے مشرقی پاکستان کو الگ کرلیا گیا اور معیشت پر بیوروکریٹک کنٹرول کے ذریعہ پاکستان کو اقتصادی طور پر پیچھے دھکیل دیا گیا۔ یہ سارا کام غداروں، بھارتی ایجنٹوں یا کرایہ کے آدمیوں کے ذریعہ نہیں کرایا گیا، ان لوگوں کے ذریعہ کرایا گیا جو اصل حکمران تھے اور ملک میں طاقت کا سرچشمہ تھے۔ ○○

ڈاکٹر اسرار احمد
کی تالیف
استحکامِ پاکستان
اشاعت خاص ۵۰/- روپے
اشاعت عام ۳۰/- روپے
مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور ۳۶۔ کے ماڈل ٹاؤن
فون: ۸۵۶۰۰۳

اسلام کا معاشی نظام

ابھی بہت سے مسائل حل طلب ہیں

قدیم و جدید علوم کے ماہرین کو مل بیٹھنا ہوگا

رپورٹ : ریاض الحق

ماہانہ خلافت سیمینار اس بار ایک ماہ کے ناغے کے بعد جمعہ ۴ر دسمبر کو بعد نماز مغرب قرآن آڈیٹوریم میں حسب سابق باوقار انداز میں منعقد ہوا ۔ سیاست خلافت پر بہت کچھ کہا سنا جاچکا ہے لہٰذا اب موضوع بدل دیا گیا اور خلافت کے اقتصادی نظام پر گفتگو شروع کی گئی ہے ۔ سیاست کی اہمیت اپنی جگہ لیکن ایک عرصے سے معیشت نے انسان کی انفرادی اور اجتماعی زندگی میں وہ مقام حاصل کرلیا ہے کہ سیاست سمیت حیات ملی کے سب شعبے اب اسی کے تابع ہیں چنانچہ نظام خلافت کی معیشت کے اصولوں کو متعین کئے بغیر خلافت کی بات کرنا ہوا میں تیر چلانے کے مترادف ہے۔

اس ماہ کے خلافت سیمینار کا ماحول ایک بھاری بھرکم علمی مجلس کا سا رہا۔ موضوع بہت خشک تھا اور مولانا محمد طاسین صاحب کا مقالہ جو حافظ عاکف سعید صاحب نے بڑی خوبی سے پڑھ کر سنایا ' پوری طرح متوجہ رہے بغیر سمجھا ہی نہیں جا سکتا تھا۔ اس میں بہت سی گتھیوں کو سلجھانے کی عالمانہ کوشش کی گئی تھی لیکن اس کے بعد محمد اکرم خاں صاحب کا خطاب جو "قرآن کا معاشی پیغام" کے عنوان سے تھا ' تقریر سے زیادہ چونکہ "کلاس روم ٹیچنگ" کے انداز میں تھا جس میں سلائیڈوں سے بھی مدد لی گئی لہٰذا عمومی دلچسپی کا باعث بنا۔ محمد اکرم خاں صاحب کی ایک مختصر لیکن حد درجہ جامع کتاب "مسئلہ سود اور غیر سودی معیشت" حال ہی میں مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور نے شائع کی ہے ۔ وہ اسی میدان کے مرد ہیں کیونکہ آج بھی ڈائریکٹر جنرل آڈٹ اینڈ اکاؤنٹس ٹریننگ انسٹیٹوٹ لاہور کے منصب جلیلہ پر فائز ہیں ۔ ان کی گفتگو کا احاطہ اس رپورٹ میں ممکن نہیں تاہم خلاصہ کچھ یوں ہے:

اسلام کی معاشی تعلیمات کے ضمن میں قرآن مجید میں صرف زکوٰۃ کا حکم نہیں ہے بلکہ قرآن حکیم کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ جگہ جگہ مختلف آیات میں ایک وسیع معاشی نظام کے خدوخال موجود ہیں۔ اور مختلف اساسی موضوعات کے حوالے سے معاشیات کے اہداف کی نشاندہی کی گئی ہے ۔ اس حوالے سے سب سے پہلا نکتہ ' توحید ہے جس کی اہمیت مسلم ہے۔ سب جانتے ہیں کہ تمام لوگوں کو اللہ نے پیدا کیا ہے اور اسلام میں رنگ و نسل کی کوئی تمیز نہیں ۔ معاشی میدان میں توحید کا حاصل یہ ہے کہ دولت اصلاً اللہ کی ملکیت ہے ' انسان صرف خلیفہ اور امین ہے۔ قرآن مجید کا دوسرا اساسی موضوع فلاح ہے۔ فلاح کا مفہوم بہت وسیع ہے۔ اور یہ اخروی فلاح اور دنیوی فلاح دونوں کو محیط ہے۔ دنیوی فلاح بہتر تمدنی حالت (Cultural Condition) علم حاصل کرنے کے مواقع ' ماحول اور جسم کی صفائی ' امر بالمعروف ' نہی عن المنکر اور لغو باتوں سے پرہیز شامل ہے۔ قرآن میں معیشت کے ہدف یہ ہیں کہ تمام انسان عہد کا ایفاء کریں ' عدل و انصاف پر کاربند رہیں ' جائز ذرائع سے اللہ کا فضل (رزق) تلاش کریں اور بخل سے پرہیز کریں ۔ جبکہ سرمایہ دارانہ نظام میں صرف اس بات کی حوصلہ افزائی کی جاتی ہے کہ زیادہ سے زیادہ دولت کماؤ اور بیش از بیش آسائشات زندگی فراہم کرو۔ چنانچہ زیادہ دولتمند کو معاشرے کا باعزت آدمی سمجھا جاتا ہے۔ اسلام مال کمانے سے روکتا نہیں بلکہ مال کمانے کی حرص کو کنٹرول کرتا ہے۔ اس وقت مغربی اقوام نے دولت کی حرص میں دنیا کے وسائل کو اندھا دھند استعمال کرنا شروع کر دیا ہے جس پر سیاسی جنگیں ہو رہی ہیں۔ اور جان و مال کا بے پناہ اتلاف ہو رہا ہے۔ اس سے یہ ہوگا کہ اگلی نسلوں کے لئے وسائل نہیں بچیں گے۔

تیسرا اساسی نکتہ نوع انسانی کے مقام اور انسانی وقار سے متعلق ہے۔ اس ضمن میں قرآن کا بیان ہے کہ انسان کو احسن تقویم پر پیدا کیا گیا ہے جبکہ عیسائیت کا یہ نظریہ ہے کہ انسان پیدائشی طور پر گناہ گار ہے۔ از روئے اسلام دنیا میں صرف نماز اور دیگر مراسم عبودیت ہی عبادت نہیں بلکہ انسان کی کمائی بھی اگر وہ حدود وقیود کے اندر ہو تو عبادت ہے۔ انسانی وقار کے لحاظ سے تمام انسان برابر ہیں ۔ رنگ و نسل اور قومیت کے اعتبار سے کسی کو کوئی فوقیت نہیں دی گئی ۔ مغربی معاشرے میں رنگ و نسل کی تمیز موجود ہے۔ کالے کو گورے سے کم تنخواہ ملتی ہے اور عورت کو مرد سے کم ملتی ہے ' اور بے چاری کالی عورت کو سب سے کم!! معاش کے مواقع تمام لوگوں کے لئے یکساں ہونے چاہیں۔ معاشی ظلم نے قوموں کو مقروض بنادیا ہے۔ اگر معاشی عدل ہو تو قومیں مقروض نہیں ہونگی۔ معاشی عدل کو قائم رکھنے کے لئے ضروری ہے ایک معاشرہ میں معاشی طاقت کا کسی ایک جگہ پر ارتکاز نہ ہونے دیا جائے بلکہ اسے

مناسب انداز میں پھیلا کر (Dilute) کر دیا جائے۔

چوتھا بنیادی نکتہ زمین کے وسائل (Resources of the earth) کی دستیابی کے بارے میں ہے۔ اس شعبہ علم کو ارضیاتی معاشیات (Geological economy) بھی کہا جاتا ہے۔ اس وقت دنیا کی وہ ۲۵ فی صد آبادی جو ٹیکنالوجی کی ترقی کے باعث ان وسائل پر قابض ہے، باقی کی ۷۵٪ آبادی سے ۱۲ گنا زیادہ توانائی، ۱۵ گنا زیادہ کاغذ اور ۱۰ گنا زیادہ لوہا استعمال کرتی ہے۔ گویا مغرب اس اعتبار سے شدید بے انصافی کا مرتکب ہو رہا ہے۔ حالانکہ یہ وسائل پوری نوع انسانی کے لئے یکساں بنیادوں پر اللہ نے مہیا فرمائے ہیں۔ قرآن کا یہ بھی کہنا ہے کہ زمین کے وسائل انسانوں کے لئے کافی ہیں۔ ولی برانت نے ایک کتاب لکھی ہے جس میں جائزہ پیش کیا ہے دنیا میں اتنے وسائل موجود ہیں کہ اگر ان کے حوالے سے ساری دنیا کو خوراک مہیا کی جائے تو بھی یہ بچ رہے گی۔ اس کے علاوہ ایک بات جو مغرب کے ذہن میں نہیں آسکتی اور قرآن میں بیان ہوئی وہ یہ کہ وسائل میں اللہ کی طرف سے برکت بھی ڈال دی جاتی ہے۔ اسلام نے وسائل کو نااہل لوگوں کے ہاتھوں میں دینے سے منع فرمایا ہے۔ اللہ نے انسان کو بحیثیت خلیفہ علم اور طاقت عطا کی ہے اور یہ حق دیا ہے کہ وہ زمین کے وسائل کو اپنے تصرف میں لائے اور بوقت ضرورت ان میں تبدیلی بھی لا سکے۔

پانچواں اساسی نکتہ محاسبہ (Accountability) سے متعلق ہے۔ اسلامی معاشرے میں جواب دہی کا مناسب اہتمام ہونا چاہئے۔ ایک حد سے زیادہ دولت رکھنے والوں کی دولت کا حساب ہونا چاہئے۔

چھٹا نکتہ شورائیت کے حوالے سے ہے۔ یعنی مسلمانوں کے امور باہم مشورے سے طے ہونے چاہئیں۔ معاشی مسائل کے بارے میں حکومت اور افراد کے مابین مشورے کا کوئی نظام ضرور ہونا چاہئے، اسی طرح بین الاقوامی سطح پر بھی مشاورت کا کوئی نظام قائم کیا جاتا۔

ساتواں اساسی نکتہ باہمی تعاون (Cooperation) کا ہے۔ قرآن میں کہا گیا "تعاونوا علی البر والتقوی"۔ زراعت میں تعاون کی شکل Cooperative farming ہے۔ اس کے بعد اس وقت دنیا کا ایک بہت بڑا مسئلہ علم پر اجارہ داری کا ہے۔ مغربی اقوام غیر ترقی یافتہ اقوام کو اپنے علوم تک رسائی حاصل نہیں کرنے دیتیں یا یہ ہے کہ علم کو انہوں نے بہت مہنگا بنا دیا ہے اور Intellectual copy rights کے ذریعے اس کی اشاعت پر بندشیں لگادی گئی ہیں۔ یہ صحیح ہے کہ علمی تحقیق کرنے والوں کو ان کا جائز حصہ ملنا چاہئے لیکن غیر ترقی یافتہ اقوام تک علم کی رسائی کا بھی کوئی مناسب اہتمام ضروری ہے۔

آخر میں صدر مجلس ڈاکٹر اسرار احمد صاحب نے بحث کو سمیٹنے کے سے انداز میں جو مختصر تقریر کی اسے تقریباً پورا نقل کرنا اس لئے ضروری ہے کہ اس میں ان مسائل کی نشاندہی کی گئی ہے جن پر ابھی بہت کام کرنے کی ضرورت ہے۔ کام بھی ایسا جو یک رخا نہ ہو یعنی یوں نہ ہو کہ دنیا کو سنبھالیں تو دین ہاتھ سے جائے اور دین سے تمسک کی روش پر قائم رہا جائے تو دنیا کے معاملات لاینحل ہو جائیں۔ انہوں نے کہا کہ:

آج کی گفتگو سے ہمیں اندازہ ہوا کہ دنیا کدھر جا رہی ہے۔ ایک نیا ورلڈ آرڈر ہو گا تو سارا معاملہ درست ہو گا ورنہ نہیں۔ یہ عالمی نظام انسان کی سیاسی ضرورت بھی ہے اور اقتصادی ضرورت بھی لہ سائنس اور ٹیکنالوجی کی ترقی نے دنیا کو بہت چھوٹا کر دیا ہے اور اس میں جب تک کوئی ایک مشترک نظام نہیں ہو گا، فساد برقرار رہے گا۔ چنانچہ اس لحاظ سے ہمارے لئے ایک بہت بڑی خوش خبری ہے کہ جن احادیث کے حوالے سے ہم تحریک خلافت چلا رہے ہیں ان میں یہ پیشین گوئی ہے کہ نیا عالمی نظام، نظام خلافت ہو گا۔ البتہ اس وقت جو صورت فی الواقع ہے جیسے کہ اکرم خان صاحب نے کہا، وہ یہ کہ ابھی تو ملک ٹوٹ رہے ہیں۔ ابھی تو معاملہ (قومی ریاستوں) سے بھی آگے بڑھ کر Nationality States (نسلی ریاستوں) کی طرف جا رہا ہے یہی در حقیقت یہود کی پالیسی اور حکمت عملی ہے یہودی امریکہ کو بھی توڑ دیں گے۔ امریکہ بھی اتنی بڑی طاقت کی حیثیت سے نہیں رہے گا۔ اس لئے کہ ان کے پیش نظر جو نیا عالمی نظام ہے اس کے لئے دنیا کو چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں میں تقسیم کرنا ضروری ہے۔ انتظامی اعتبار سے چھوٹی چھوٹی ریاستیں ہونی چاہئیں کہ کوئی بھی ایسی بڑی طاقت نہ ہو جو ان کے عزائم کی تکمیل میں رکاوٹ بن سکے۔ اس نظام کے باقی کل پرزوں یعنی آئی ایم ایف، ایشیائی ترقیاتی بینک، ورلڈ بنک تجارتی پابندیاں، عالمی منڈی اور سٹاک ایکسچینج وغیرہ کو بھی یہودی اپنے کنٹرول میں رکھنا چاہتے ہیں تاکہ ساری دنیا محنت کرے اور کمائے لیکن اس کی بالائی ان تک پہنچتی رہے۔ یہ نظام اس وقت دنیا میں بالفعل قائم ہو رہا ہے یا تقریباً قائم ہو چکا ہے۔ لیکن الحمد للہ کہ ہمارے پاس خوشخبری ہے کہ عالمی نظام خلافت بھی قائم ہو کر رہے گا جس کی طرف یہ ایک پیش قدمی ہے جو تحریک خلافت کے نام سے ہم نے پاکستان میں کام شروع کیا ہے۔

آج کی گفتگو میں دوسری حقیقت جو سامنے آئی ہے یہ کہ جب تک عوامی سطح پر ایک Political will یعنی سیاسی ارادہ نہ پیدا ہو اس وقت تک یہ ساری گفتگوئیں بھی بیکار ہیں ہماری یہ ساری جھنجلاہٹ بھی بیکار ہے کہ شریعت کورٹ کا فیصلہ کیوں نہیں مانا جا رہا۔ جب تک عوامی سطح پر ایک Collective will (اجتماعی ارادہ) اپنے آپ کو Assert نہ کرے، کوئی تبدیلی نہیں آئے گی۔ یہی ہم کہتے ہیں کہ ایک انقلابی جذبہ ہو اور پھر اس جذبہ کی قوت سے ثابت کیا جائے کہ ایک طاقت چاہتی ہے کہ یہ نظام قائم ہو۔ اس کے بغیر وہ نظام نہیں آئے گا جو ہم اس ملک میں لانا چاہتے ہیں۔

اکرم خاں صاحب نے کہا اور صحیح کہا کہ اگر سود کو واقعتاً حرام کرنے کا فیصلہ ہو جائے تو سارے Channel (راستے) کھل جائیں گے لیکن اگر آپ یہ سوچتے رہیں کہ پہلے ہمیں کوئی متبادل نظام ملے تب ہم فیصلہ کریں گے تو یہ قیامت تک نہیں ہو گا اور یہ فیصلہ تو عوامی سطح پر ہو گا، جب ایک طاقت اور ایک انقلابی قوت سامنے آئے گی۔

البتہ فیصلہ ہو جائے گا تو جیسا کہ اسی موضوع پر

☆ کیا بینک کا سود اور "ربا" ایک ہی حقیقت کے دو رخ ہیں؟

☆ کیا سود سے پاک نظام معیشت تشکیل دینا ناممکن ہے؟

دور حاضر کے ان اہم ترین سوالات کے مدلل جواب کے لئے

جناب محمد اکرم خان کی قابل قدر تصنیف

مسئلہ سود
اور غیر سودی مالیات

کا مطالعہ کیجئے۔۔۔ شائع کردہ

مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن، ۳۶ کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور

انہی کی کتاب میں ہے ' سب سے پہلے تو وہ سود ختم ہو گا جو ۵۴ بلین روپیہ اس ملک میں سود کا ادا کیا جارہا ہے۔ ہم اپنے قومی بجٹ میں سالانہ جو سود ادا کرتے ہیں 'اس کا دو تہائی اپنے ملک میں ان سود خوروں اور حرام خوروں کو دیتے ہیں جو یہیں موجود ہیں ورنہ باہر تو صرف ایک تہائی جاتا ہے۔ اگر آپ اپنے ملک میں اسے ختم کریں تو آپ کے پاس ایک جواز ہو گا کہ آپ کھڑے ہو کر یہ معقول بات کہہ سکیں کہ ہم نے اپنے ملک میں سود کو ختم کیا ہے کیونکہ یہ ہمارے دین کا مسئلہ ہے اور اس کی ادائیگی اب ہم باہر والوں کو بھی نہیں کریں گے تو پھر دنیا آپ کی بات سنے گی ' مانے گی اور تسلیم کرے گی۔ گویا اصل مسئلہ یہ ہے کہ اس ملک میں ایک انقلابی تحریک شروع ہو جو ایسے کسی اقدام کی راہ ہموار کر سکے۔

تیسری بات جو آج میرے سامنے آئی ہے وہ یہ ہے کہ ابھی تو خاص طور پر اقتصادیات کے معاملے میں کئی الجھنیں موجود ہیں جنہیں دور کرنا ضروری ہے۔ جہاں تک میرا علمائے دین کے ساتھ ایک رابطہ ہے ' میں سمجھتا ہوں کہ مولانا طاسین صاحب کا علم دین بڑا پختہ ہے ' وہ دیوبند کے فارغ التحصیل ہیں ' مفتی محمود صاحب کے کلاس فیلو ہیں ' عمر کے اعتبار سے پختہ کار آدمی ہیں اور مولانا یوسف بنوریؒ کے سب سے بڑے داماد ہیں اللہ نے ان کو سوچنے سمجھنے کی ایک آزاد صلاحیت دی ہے تو ادھر مجھے یہ صاحب (اکرم خاں) نظر آئے ہیں جو شعبہ مالیات کے آدمی ہیں لیکن ان لوگوں میں سے ہیں جو خلوص نیت اور اخلاص کے ساتھ دین کے مسائل کو سمجھ کر ایک وسیع سیاق و سباق میں اہداف و مقاصد کا تعین کر رہے ہیں جن میں اختلاف کا امکان بہر حال موجود ہے لیکن آپ دیکھ رہے ہیں کہ ان دونوں حضرات کی سوچ میں کتنا فرق ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ وہ تسلیم کرتے ہیں کہ سرمایہ بھی ایک عامل پیداوار ہے جبکہ مولانا طاسین صاحب بنیادی طور پر اس کا انکار کرتے ہیں۔ ان کے نزدیک اسلام کی رو سے سرمایہ عامل پیداوار ہے ہی نہیں بلکہ صرف محنت ہے۔

سرمایہ دارانہ نکتہ نظر یہ ہے کہ سرمائے کو بھی عامل مانا جائے ' پیداواری وسیلہ سمجھا جائے جبکہ سوشلسٹ نظریہ تھا کہ سرمایہ عامل نہیں کیونکہ اسے تو خود محنت نے پیدا کیا ہے۔ سرمایہ بذات خود کوئی شے نہیں ' وہ محنت کے نتیجے میں وجود میں آتا ہے۔ اسلام کے نظام میں ایک ایسا درمیانی سا معاملہ ہے کہ بعض عملی شکلوں میں سرمائے کو عامل پیداوار مانا گیا ہے ' مولانا طاسین صاحب نے بھی مانا۔ مضاربت میں آخر کوئی کمائی کر رہا ہے تو سرمایہ کر رہا ہے۔ رب المال کو کوئی نفع ملا ہے تو اس نے تو کوئی محنت نہیں کی۔ لیکن انہوں نے کہا کہ اس کو بیلنس کر دیا گیا کہ اگر نقصان ہو تو سارا سرمائے پر جاتا ہے۔ غرض دین نے جو شکلیں ہمیں فراہم کی ہیں ان میں دونوں طرف کی کچھ نہ کچھ بات نظر آتی ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ ان پر تبادلہ خیال ہو لیکن آج کا ہمارا سیمینار تو اصل میں سیمینار ہے ہی نہیں ' یہ تو ایک لیکچر ہے ' ایک تعلیمی یا توسیعی لیکچر۔

ہم میں سے اکثر تو واقف ہی نہیں کہ یہ کیا مسائل ہیں اور معیشت و مالیات کے کن کن معاملات کا احاطہ کرتے ہیں لیکن بہر حال ہم نے یہ کام شروع کیا ہے اور کچھ نہ کچھ پیش رفت ضرور ہو گی۔ مولانا طاسین صاحب نے مجھے ایک اور مقالہ بھیجا ہے جو آج پیش کئے جانے والے مقالے سے دوگنا ہے۔ اس میں کہا گیا ہے کہ ان مسائل کی سنگینی نظر انداز نہیں کی جا سکتی اور ان پر غور و فکر ہونا چاہیے۔ ہم سوچیں گے کہ انجمن یا تحریک خلافت یا تنظیم اسلامی کی سطح پر ایک ایسا ادارہ ہو جہاں سوچنے سمجھنے والے لوگ موجود ہوں ' پھر وہاں وسائل بھی مہیا ہوں اور ان کا آپس میں رابطہ بھی ہو جیسے کبھی علامہ اقبال خواہش رکھتے تھے۔ انہوں نے مولانا انور شاہ کاشمیریؒ کو خوشامدانہ خطوط لکھے کہ جب تک اسلامی قانون کی جو بالکل بند پڑا ہے ' تدوین نو نہیں ہو گی یہ قابل عمل نہیں ہو گا۔ صدیاں گزر گئیں باب بند پڑا ہے اور اس میں حرکت باقی نہیں رہی ' اسے تو چلانے کے لئے فکر تازہ کا تیل دینا ہو گا۔ علامہ نے لکھا کہ یہ کام میں نہیں کر سکتا اور آپ بھی تنہا نہیں کر سکتے۔ آپ نے فقہ تو پڑھی ہے لیکن جدید زمانے کے قانون کا فلسفہ نہیں جانتے جبکہ میں جدید فلسفہ پڑھ کر آیا ہوں لیکن فقہ میں میری اتنی درک نہیں ہے چنانچہ ہمیں چاہیے کہ لاہور میں مل بیٹھیں اور یہ کام کریں۔

میں بھی سوچتا ہوں کہ اگر طاسین صاحب سے کچھ وقت لیا جا سکے تو انہیں یہاں لا کر بٹھایا جائے لاہور میں اللہ کا فضل ہے کہ جہاں بہت سا شر ہے ' وہاں بہت سا خیر بھی ہے۔ یہیں علامہ اقبال بھی مدفون ہیں ' یہیں شیخ محمود احمد صاحب مدفون ہوئے جنکی کتاب (Man & Money) تاریخ ساز کتاب ہے۔ ہم نے بھی ایک ادارہ تو بنا لیا ہے چونکہ اکرم خان صاحب پہلی مرتبہ یہاں آئے ہیں حیران رہ گئے کہ ایسا آڈیٹوریم بنا لیا گیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ہم نے کیا بنایا ' اللہ نے بنایا۔ ہمارا تو ایک ارادہ تھا ' سوچا تھا کہ ایک کام ہو اور اس کے لئے محنت کی گئی تو اللہ نے یہ چیزیں بنوا دیں اور مجھے خود پتہ نہیں چلتا کیسے بن گئیں۔ لیکن اب اس کو ایک ادارے کی شکل دی جانی چاہیے جہاں کچھ لوگ مل جل کر بیٹھیں ' آپس میں گفتگو کریں ' اختلاف رائے کو سامنے لائیں اور اتفاق کے فارمولے بنائیں۔ میں ڈر رہا تھا کہ معاملات میں اختلاف ہو گا ' خاص طور پر لمیٹڈ کمپنیوں کے بارے میں مولانا طاسین صاحب کا جو نقطہ نظر آیا ہے ' اکرم خان صاحب اس سے اختلاف کریں گے لیکن مجھے اتفاق رائے دیکھ کر بڑی خوشی ہوئی۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ وہی اہداف کا اخلاص ہے جو کسی بھی نتیجہ خیز کام کے لئے شرط لازم ہے۔ انہیں شاید توقع نہیں تھی کہ کوئی اتنی گہری باتیں بھی کہہ سکتا ہے جیسی مولانا طاسین صاحب نے کہی ہیں۔

میری مولانا طاسین صاحب سے اسی دسمبر میں ملاقات ہو گی تو ان سے اہم تحقیق کے لئے کہوں گا آیا صرف شراکت اور مضاربت ہی کی دو شکلیں ہیں

مولانا محمد طاسین کی معرکۃ الآراء تصنیف

مروجہ نظام زمینداری اور اسلام

عمدہ سفید کاغذ' دیدہ زیب طباعت' خوبصورت اور مضبوط جلد

قیمت ۵۰ روپے

شائع کردہ: مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور، ۳۶۔ کے۔ ماڈل ٹاؤن

یا باہم مالی تعاون کی کوئی اور شکل بھی اختیار کی جا سکتی ہے جس میں شریعت کے مقاصد مجروح نہ ہوں یعنی کوئی اور مباح صورت بھی ہو سکتی ہے یا نہیں؟ انشا اللہ ہم انہیں بھی بلائیں گے۔ ہمارا اگلا سیمینار ۸ر جنوری کو ہوگا جس میں ابھی مالیات کے مسئلہ پر ہی گفتگو ہوگی۔ میں کوشش کروں گا کہ مالیات کے مسئلے پر یہ گفتگوئیں مولانا طاسین صاحب اور اکرم خان صاحب کے مابین ربط کا ذریعہ بن جائیں۔ یہ آپس میں اپنے خیالات کا تبادلہ کریں کیونکہ ہماری تو کوشش ہے کہ لوگوں کو پتہ چلے کہ نظام خلافت کا معاشی نظام ہے کیا؟

تاہم ہمارا موقف یہ ہے کہ زمینداری کا مسئلہ مزارعت وغیرہ سے طے نہیں ہوگا بلکہ وہ تو ہماری اراضی کی نوعیت کے حوالے سے حل ہوگا۔ یہ بات پچھلی صدی تک طے تھی کہ ہندوستان کی زمین خراجی ہے۔ اس فقہ کی کتاب "مالا بدمنہ" جو آج بھی ہمارے مدارس میں پڑھائی جارہی ہے، لکھا ہوا ہے کہ ہندوستان کی ساری زمین خراجی ہے، یہاں عشری زمین موجود ہی نہیں۔ عشری زمین ہو تو ملکیتی ہے اور ملکیتی ہو تو اس میں مزارعت کا مسئلہ آتا ہے۔ اس میں کسی کی رائے کچھ ہے کسی کی کچھ، لیکن اگر یہ خراجی ہے جیسے اکرم خان صاحب نے بھی کہا ہے تو جو مزارع ہیں انہی کو زمینیں دے دی جائیں یوں خود بخود وہ حرام خور زمیندار ختم ہو جائیں گے جو مزے سے بیٹھے ہیں، کوئی کام نہیں کرتے اور غریب کی کمائی اور محنت کا بڑا حصہ لے جاتے ہیں۔

ایک جنبش قلم سے سارا مسئلہ طے ہوتا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اجتہاد تھا کہ وہ تمام ممالک جو مسلمانوں نے بھی بزور شمشیر فتح کئے ان کی زمینیں عشری نہیں ہیں یعنی ملکیتی نہیں بلکہ خراجی ہیں وہ مسلمانوں کی اجتماعی ملکیت ہیں، وہ وقف للمومنین ہیں اور ان کا جو بندوبست حکومت چاہے کر سکتی ہے۔ اس طرح ایک بالکل نیا بندوبست اراضی ہوگا ورنہ تو آپ کسی کی ملکیتی ایک انچ زمین بھی نہیں لے سکتے کیونکہ قبضہ ملکیت کا سب سے بڑا ثبوت ہے۔ تاہم اگر زمین ہی خراجی قرار دے دی جائے یعنی ملکیتی نہ رہے تو پھر آپ نیا بندوبست اراضی کر سکتے ہیں۔ یہی بات میں نے ضیاء صاحب کی شوریٰ میں بھی کہی تھی۔ وہاں یہ خیال میں نے علماء کے سامنے پیش کیا۔ حضرت عمرؓ کے زمانے میں بھی بڑی بحث ہوئی تھی کہ یہ مال غنیمت ہے لیکن یہ حضرت عمرؓ کی ذکاوت حس ہی تھی کہ معاملہ وہیں رک گیا اور اس پر مال فے کا اطلاق ہوا ان چیزوں پر پردے پڑ گئے ہیں جیسے علامہ اقبال نے کہا کہ دور ملوکیت میں جاگیرداری اور سرمایہ داری کی آمد کے ساتھ بہت سے فتوے ایسے آئے کہ اسلام کی اصل تعلیم پس پردہ چلی گئی۔ آج ضرورت ہے کہ ان بنیادی تعلیمات کو سامنے لایا جائے۔ اور زمین کا مسئلہ تو اس کے سوا کسی اور طرح حل ہو ہی نہیں سکتا۔

میں اکرم خان صاحب کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے مصروفیت کے باوجود وقت نکالا تاہم ان کی بھی تو حوصلہ افزائی ہوئی ہوگی کہ اتنے سامعین کے سامنے، اتنے صبر و تحمل سے سننے والے لوگوں کے سامنے انہوں نے پہلے کبھی اپنی بات نہیں کہی ہوگی چنانچہ اس کام کے لئے اب وہ مزید وقت نکالیں۔ ○

○

نقطۂ نظر

آبادی میں بے تحاشا اضافہ کب تک!

سلطان اکبر جیات۔ ریاستہائے متحدہ امریکہ

ندائے خلافت کے نومبر ۱۹۹۲ء کے شمارے میں پچھلے صفحے پر محمدؐ اقبال اعوان صاحب کے خیالات آبادی اور رزق کے بارے میں شائع ہوئے ہیں۔ مجھے ان کے خیالات سے کچھ اختلاف ہے۔

ایک وقت تھا کہ انسانی آبادی بہت کم تھی اور کرہ ارض کے وسائل آبادی کے مقابلے میں وافر مقدار میں تھے۔ اس وقت تو یہ دعویٰ کیا جا سکتا تھا کہ انسانی آبادی میں اضافے سے اشیائے پیداوار میں اضافہ ہوگا اور کسی قسم کی قلت نہ ہوگی۔ وقت کے ساتھ دیکھنے میں بھی یہی آیا کہ آبادی بڑھنے کے ساتھ پیداوار بھی بڑھی، زراعت اور صنعت و حرفت میں ترقی ہوئی اور کھیتوں اور کارخانوں میں کام کرنے کے لئے افرادی قوت مہیا ہوئی مگر حالیہ صدی کے اواخر میں صورت حال بالکل بدل چکی ہے۔ انسانی آبادی اتنی بڑھ چکی ہے کہ کرہ ارض کے وسائل اس کی ضروریات پوری کرنے سے قاصر ہوتے جا رہے ہیں۔ جتنی زمین زیر کاشت لائی جا سکتی تھی، انسان بڑی حد تک کر چکا ہے۔ باقی صحرا، پہاڑ اور جنگلات ہیں۔ صحراؤں کو زیر کاشت لایا جا سکتا ہے مگر پانی کی کمی اس میں مانع ہے۔ تھوڑے بہت آب پاشی کے منصوبے زیر غور ہیں، مثلاً پاکستان میں کالا باغ ڈیم مگر اس سے زمین کا ایک محدود رقبہ ہی سیراب ہو سکے گا جو لامحدود آبادی کی ضروریات پوری نہ کر سکے گا۔

رہے پہاڑ اور جنگلات تو وہ بھی قابل کاشت زمین کی کمی اور بڑھتی ہوئی آبادی کی ضروریات کی وجہ سے تباہی کا شکار ہو رہے ہیں جس کے لئے جنگلات کے صفائے (Deforestation) کی اصطلاح استعمال ہوتی ہے۔

انسان روزی پیدا کرنے کیلئے اور زیادہ سے زیادہ زمین زیر کاشت لانے کے لئے جنگلات کاٹ کر ہموار سطح بنا رہا ہے۔ درختوں کی لکڑی عمارات، فرنیچر اور کاغذ وغیرہ بنانے کے لئے استعمال ہوتی ہے اور زمین کو کاشت کیا جاتا ہے۔ نتیجتاً لاکھوں مربع میل کے علاقے میں جنگلات تباہ ہو رہے ہیں۔ بارش کے وقت ان پہاڑوں سے مٹی بہہ کر میدانوں میں پہنچ جاتی ہے جسے (Soil erosion) کا عمل کہتے ہیں۔ دریاؤں کی تہہ میں جا بیٹھنے والی یہ مٹی دریاؤں کی گہرائی کو کم کر دیتی ہے۔ اگلے بارانی موسم میں بارش کے دو نتائج برآمد ہوتے ہیں:

(ا) بارش کے پانی کو پہاڑوں میں تھامنے اور اس کے بہاؤ کو آہستہ کرنے کے لئے مٹی نہیں ہوتی چنانچہ سارا پانی تیزی سے نشیب کی طرف بہتا ہوا

میدانوں میں پہنچ جاتا ہے۔

(۲) میدانوں میں دریاؤں کی گہرائی کم ہونے کے باعث تھوڑا سا پانی بھی کناروں سے نکل کر بہت بڑے سیلاب کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ چنانچہ بنگلہ دیش میں حالیہ سالوں میں شدید سیلابوں کی وجہ نیپال کے کسانوں کا ہمالیہ کے جنگلات کو زراعت کے لئے استعمال کرنا ہے۔

ایک زمانہ تھا جب یہ خدشہ ظاہر کیا جانے لگا تھا کہ کرہ ارض انسانی آبادی کی ضروریات پوری نہ کر سکے گا۔ مگر ۱۹۶۰ء کے عشروں میں سبز انقلاب (Green Revolution) آیا' زراعت کے بہتر طریقے زیر استعمال آئے' بہتر بیج ایجاد کئے گئے اور غلے کی مجموعی پیداوار میں اضافہ ہوا۔ اس اضافے سے آج تک آبادی کی ضروریات پوری ہو رہی ہیں۔ ماہرین کہتے ہیں کہ اب زراعت میں بہتری اور غلے کی پیداوار میں اضافے کا زیادہ امکان نہیں ہے یعنی سبز انقلاب دہرایا نہیں جا سکتا۔ چنانچہ آبادی میں لامحدود اضافہ تباہی' بھوک اور بیماری کے علاوہ کچھ پیدا نہ کر سکے گا۔ صومالیہ اور ایتھوپیا کے لوگوں کے مرجھائے چہروں اور ابھری ہوئی پسلیوں والی تصاویر سب نے دیکھی ہیں۔ بنگلہ دیش کی صورت احوال بھی کسی سے پوشیدہ نہیں۔ اگر رزق کی کمی کوئی مسئلہ نہیں تو یہ مثالیں موجود نہ ہوتیں۔

بات صرف رزق کی نہیں' رزق کی اہمیت مسلم مگر اس کے ساتھ ساتھ اور بھی انسانی ضروریات ہیں مثلاً اچھی تعلیم' اچھا علاج' اچھا لباس' جذباتی اطمینان' سیرو تفریح اور کھیلوں کے مواقع۔ بنی نوع انسانی رزق اور دوسری ضروریات پیدا کرنے کے لئے جو جدوجہد کرتی ہے' آب وہوا اور فضا پر اس کے دوررس اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ چنانچہ صنعتی دھوئیں کی وجہ سے فضا کا درجہ حرارت بلند ہو رہا ہے اور Ozone کی تہہ میں کمی آ رہی ہے۔ یہ تبدیلیاں جاری رہیں تو کرہ ارض کے موسم تبدیل ہو جائیں گے اور بیشتر نباتات و جمادات ناموافق موسموں کی وجہ سے نابود ہو جائیں گے۔ شہروں میں آبادی میں اضافے کی وجہ سے ہجوم' گردوغبار' ٹریفک جام' بیماری اور جرائم روز مرہ کے مسائل ہیں۔ کراچی' لاہور اور راولپنڈی میں آلودگی کی وجہ سے سانس لینے میں دشواری محسوس ہوتی ہے۔

آبادی میں اضافہ انسانی زندگی پر پانچ سطحوں پہ اثر انداز ہوتا ہے:

(۱) عالمی سطح ------ جیسا کہ پہلے عرض کیا جا چکا ہے' زمین کے وسائل سکڑتے جا رہے ہیں اور بڑھتی ہوئی آبادی کی ضروریات پوری کرنے سے قاصر ہیں۔ فضا اور آب وہوا کی تبدیلی اور آلودگی ایک خطرہ بنتا جا رہا ہے جو آبادی میں اضافے کا براہ راست نتیجہ ہے۔ زیادہ گنجان آباد اور کم خوش حال ملکوں سے لوگ قانونی یا غیر قانونی طور پر خوش حال ملکوں کا رخ کرتے ہیں۔ بنگلہ دیش کے تقریباً ایک کروڑ باشندے ہندوستان میں رہ رہے ہیں۔ کوئی اور کم گنجان آباد ملک پاس ہوتا تو وہاں چلے جاتے۔ پاکستان اور انڈیا کے لوگ لاکھوں کی تعداد میں انگلستان' یورپ اور امریکہ میں رہ رہے ہیں۔

(۲) ملکی سطح ---- حکومت جو زراعتی' صنعتی اور تعلیمی پلان بناتی ہے' وہ اگرچہ موجودہ آبادی کی ضروریات کے لئے بھی ناکافی ہیں تاہم آبادی میں اضافے کے باعث بالکل ہی ناکام ہو جاتے ہیں۔ تعلیمی ادارے تعداد میں پہلے سے زیادہ ہیں مگر آبادی کے تناسب سے پھر بھی کم ہیں۔ ہر جماعت میں طلباء کی تعداد حد سے زیادہ ہے۔ کئی لائق طالب علم داخلہ نہیں لے سکتے۔ ہسپتال پہلے ہی کم تھے' بڑھتی ہوئی آبادی کی وجہ سے وہ اب کم تر ہیں۔ لوگوں کو موزوں علاج میسر نہیں۔ بیمار ہو جائیں تو ہسپتال میں بستر نہیں ہیں۔ پاکستان ان چند ممالک میں ایک ہے جہاں نومولود بچوں کی شرح اموات سب سے زیادہ ہے۔

(۳) بلدیاتی سطح ----- شہروں اور قصبوں میں منصوبہ بندی کے تحت نئی آبادیاں بنانے کی کوشش کی جاتی ہے مگر آبادی اتنی تیزی سے بڑھ رہی ہے کہ منصوبہ بندی کے ذمہ دار لوگ پیچھے رہ گئے ہیں۔ چنانچہ نئی سڑکیں نہیں بن پاتی ہیں' نکاسی آب کا نظام غیر تسلی بخش' ذرا سی بارش ہو جائے تو کئی دن پانی خشک نہیں ہوتا' انسانی فضلے کو ٹھکانے لگانے کا بندوبست نہیں' پینے کے پانی میں اکثر فضلے کی آلائش ہوتی ہے۔ پانی ابال کر نہ پیا جائے تو دست' اسہال اور جگر کی سوزش (یرقان) جیسے امراض لاحق ہو جاتے ہیں۔

(۴) خاندانی سطح ----- اکثر گھرانوں کی آمدنی محدود ہوتی ہے جس سے دو یا تین بچوں کی اچھی پرورش ہو سکتی ہے۔ والدین ان کو توجہ دے سکتے ہیں' اچھی تعلیم مہیا کر سکتے ہیں اور شادی بیاہ کا بہتر بندوبست کیا جا سکتا ہے لیکن اگر اسی گھرانے میں چھ یا سات بچے ہوں تو کنبے کے وسائل بھی ہر بچے پر اسی تناسب سے خرچ ہوں گے اور والدہ کی صحت بھی متاثر ہو گی۔ مغربی ممالک میں مردوں کی نسبت عورتیں زیادہ لمبی عمر پاتی ہیں لیکن پاکستان میں عورتوں کی شرح اموات مردوں کی نسبت زیادہ ہے۔

(۵) انفرادی سطح' پہلے بیان کی گئی چاروں سطحوں کے اثرات آخر میں ہر فرد پر بلا واسطہ اور بالواسطہ اثر انداز ہوتے ہیں۔

اس وقت مغربی ممالک میں آبادی اور اس کے اثرات پر بہت تحقیق ہو رہی ہے۔ کافی کتابیں لکھی جا رہی ہیں۔ سکول میں بچوں کو زمینی وسائل اور فضا کی آلودگی کے بارے میں شعور دیا جا رہا ہے۔ بچوں کو تعلیم دی جاتی ہے کہ استعمال کے بعد چیزیں پھینک نہ دیا کریں۔ مثلاً کاغذ' اخبار' سوڈا کی بوتلیں بلکہ سنبھال کر مخصوص جگہوں پر واپس کیا کریں تاکہ ان کو دوبارہ استعمال میں لایا جا سکے۔ چنانچہ بچے بڑے فخر سے کہتے ہیں کہ آج ہم نے اتنے درختوں کو کٹنے سے بچا لیا۔ کچھ دن ہوئے پندرہ سو سائنسدانوں نے واشنگٹن سے ایک بیان جاری کیا ہے' جس کا خلاصہ یہ ہے کہ انسان اپنی قبر خود کھود رہا ہے۔ اگر یہ نقصان دہ سرگرمیاں بشمول اضافہ آبادی روکی نہ گئیں تو کرہ ارض کو ناقابل تلافی نقصان پہنچے گا۔

منہجِ انقلابِ نبویؐ
امیر تنظیم اسلامی
ڈاکٹر اسرار احمد
کے گیارہ خطابات کا مجموعہ
اشاعت عام — قیمت: -/۳۰ روپے
اشاعت خاص — قیمت: -/۶۰ روپے
ملنے کا پتہ: مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور ۳۶۔ کے ماڈل ٹاؤن لاہور

کلام نرم و نازک

ادھر بھی توجہ تو کیجئے!

ماہنامہ "میثاق" کا ماہ اکتوبر کا شمارہ ایک خصوصی اشاعت تھا جس میں امیر تنظیم اسلامی "ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کے ایک ہی موضوع کے مختلف گوشوں کا احاطہ کرنے والی تحریروں کو جمع کردیا گیا ہے۔ رفقائے تنظیم کو ہدایت کی گئی تھی کہ تحریک اسلامی سے دلچسپی رکھنے والے سنجیدہ و فہیم حضرات تک "میثاق" کی اس خصوصی اشاعت کو بطور خاص پہنچانے کی کوشش کی جائے۔ اس کے لئے ذاتی سطح پر بھی رابطے قائم کئے گئے اور تنظیم کے بعض ذمہ دار لوگوں نے خطوط کا سہارا بھی لیا۔ ایسا ہی ایک خط یہاں پیش کیا جارہا ہے جس سے اس سوال کا جواب ملتا ہے کہ "ڈاکٹر صاحب جماعت اسلامی کے پیچھے کیوں پڑے ہوئے ہیں؟" ——— مدیر

مکرمی

السلام علیکم۔ مزاج گرامی!

امیر تنظیم اسلامی جناب ڈاکٹر اسرار احمد صاحب نے ماہنامہ "میثاق" کے ماہ اکتوبر کے شمارہ میں تحریک جماعت اسلامی سے کسی بھی درجہ میں تعلق یا دلچسپی رکھنے والے احباب کی خدمت میں چند گزارشات پیش کی ہیں۔ یہ پرچہ آپ کی خدمت میں ہدیتہً پیش کیا جارہا ہے۔ آپ سے درخواست ہے کہ سنجیدگی کے ساتھ اس کا مطالعہ فرمائیں۔ یہاں یہ واضح کرتا چلوں کہ اس ضمن میں اکثر و بیشتر دو اشکالات ذہنوں میں پیدا ہوتے ہیں:

ا۔ ہر شخص اور جماعت کو اپنا کام کرنا چاہئے اور دوسروں کے معاملات پر تنقید نہیں کرنی چاہئے۔ دینی عناصر کی باہمی نقد و جرح سے اصل فائدہ لادینی قوتوں کو حاصل ہوتا ہے۔

ب۔ ڈاکٹر اسرار احمد کو آخر تحریک جماعت اسلامی سے اتنی دلچسپی کیوں ہے کہ وہ اکثر اس کے بارے میں اپنی آراء کا اظہار تنقید اور مشوروں کی صورت میں کرتے رہتے ہیں۔

آپ مندرجہ بالا نکات سے متعلق ہماری درج ذیل گذارشات پر ہمدردی سے غور فرمائیں:

ا۔ تحریک جماعت اسلامی ہمارے لئے عطیہ خداوندی ہے۔ عالم اسلام میں خلافت راشدہ کے بعد جب رفتہ رفتہ ملوکیت کا دور دورہ ہوا تو سیاست کو دین سے علیحدہ کر دیا گیا اور قرآن کے علاوہ جہاد کی اہمیت بھی نگاہوں سے پوشیدہ ہوتی چلی گئی۔ اس صدی کے شروع میں علامہ اقبال نے اپنی شاعری اور مولانا ابوالکلام آزاد نے تو تحریر و تقریر کے ذریعے دور ملوکیت میں ان پر پڑ جانے والے پردوں کو چاک کر کے اسلام کی اصل تصویر ہی امت کے سامنے پیش کی' البتہ مولانا مودودی نے ایک قدم آگے بڑھا کر جماعت اسلامی کی صورت میں قرآن اور جہاد کی دعوت کی ایک منظم تحریک برپا کی جس نے پوری دنیا میں مسلمانوں کے دلوں کو گرمایا اور ایک ولولہ تازہ دیا۔

اک ولولہ تازہ دیا میں نے دلوں کو
لاہور سے تا خاک بخارا و سمر قند

اس اعتبار سے جماعت اسلامی اور اس کی فکر امت مسلمہ کی میراث مشترکہ ہے۔ اگر جماعت اسلامی اپنے اصولوں سے انحراف کرتی ہے تو اس کے نتیجے میں اس پوری فکر کے نگاہوں سے اوجھل ہوجانے کا خطرہ ہے اور یہ نہ صرف متعلقین جماعت کا بلکہ پوری امت کا نقصان ہے۔ ع۔

منفعت ایک ہے اس قوم کی نقصان بھی ایک

۲۔ جماعت اسلامی یقیناً ایسی تحریک ہے جس کی بنیاد کوئی عصبیت' فرقہ واریت یا سماجی و قومی ضرورت نہیں بلکہ قرآن و جہاد کی خیٹھ اسلامی دعوت ہے۔ لہٰذا یہ غلبہ حق کے لئے کام کرنے والوں کا ایک مضبوط سہارا ہے۔

۳۔ البتہ یہ بھی ایک حقیقت ہے جو پہلے دلائل سے پیش کی جاتی رہی ہے اور اب تجربات کی روشنی میں مزید واضح ہوگئی ہے کہ انتخابی طریقہ کار اختیار کرنے کی وجہ سے جماعت اسلامی اپنی اصل فکر اور اصولوں سے رفتہ رفتہ دور ہوتی چلی جارہی ہے۔ انتخابی طریقہ کار میں اصل توجہ حکومت کی تبدیلی کی طرف ہوتی ہے لہٰذا سارا زور عوام کے قلوب و اذہان کی تبدیلی کی بجائے حکومت پر تنقید میں صرف ہوتا ہے۔ عوام سے چونکہ حمایت درکار ہوتی ہے لہٰذا وہ طور طریقے اختیار کئے جاتے ہیں جو عوام کو پسند ہوں۔ "پاسبان" کی سرگرمیاں اس بات کی گواہ ہیں۔ اس کے برعکس تحریک جماعت اسلامی کے پیش نظر اصل کام عوام کے فکر و نظر اور سیرت و کردار کی اصلاح تھا بقول مولانا مودودیؒ:

"ہم یہ سمجھنے سے بالکل قاصر ہیں کہ جہاں نہ معاشرہ صحیح معنوں میں اسلامی ہو نہ اخلاق اسلامی' جہاں کا سیاسی' معاشی اور تعلیمی نظام بھی اب تک غیر اسلامی خطوط پر ترقی کرتا رہا ہو اور جہاں مجرد ایک سیاسی تحریک کی بدولت ایک آزاد ریاست بننے کی یکا یک نوبت آگئی ہو' وہاں اسلامی حکومت کیسے قائم ہو جائے گی۔"

۴۔ ڈاکٹر اسرار احمد تحریک جماعت اسلامی کے پرانے ساتھی اور خوشہ چینوں میں سے ہیں۔ اس تحریک کی آبیاری میں ان کی شب و روز کی محنت اور خون پسینہ صرف ہوا ہے۔ انہوں نے جماعت اسلامی سے تو علیحدگی اختیار کی تھی لیکن اس مشن سے منہ نہیں موڑا جسے جماعت اسلامی لے کر اٹھی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ اختلافات کے باوجود وہ اب بھی بانگ دہل' مولانا مودودی' کو اپنا پدر معنوی اور جماعت اسلامی کو اس ماں سے تعبیر کرتے ہیں جس کی گود میں انہوں نے شعور کی آنکھیں کھولیں۔

مندرجہ بالا گزارشات کے پیش نظر آپ سے گزارش ہے کہ "میثاق" کے مذکورہ پرچے کا مطالعہ فرمائیں اور اس ضمن میں کوئی وضاحت مطلوب ہو تو افہام و تفہیم کے لئے یہ خاکسار حاضر ہے۔

اللہ تعالیٰ ہر اس شخص کی مدد فرمائے جو اس کے دین کی نصرت کر رہا ہے اور ہمیں ان میں شامل ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

آپ کا مخلص

نوید احمد

امیر تنظیم اسلامی کراچی شرقی نمبر ۳

پاکستان کی سیاست' اغیار کی نظروں میں

کیا زمانے میں پنپنے کی یہی باتیں ہیں

نواز شریف اور بے نظیر دونوں کا رویہ غیر جمہوری ہے

اخذ و ترجمہ : سردار اعوان

پاکستانی سیاستدانوں کے ہاتھوں اب تک ملک کو جو کچھ ملا ہے اسے بیان کرتے ندامت ہوتی ہے۔ بھارت کے ساتھ تین ناکام جنگیں' مشرقی پاکستان کی علیحدگی' عرصے سے جاری نسلی تنازعات' روز افزوں بدعنوانی اور ان سب پر مستزاد ناخواندہ عوام اور غربت جن کی تعداد میں تو تین فی صد کے حساب سے ہر سال اضافہ ہو رہا ہے' غربت کو ماپنے کا ہمارے ہاں کوئی پیمانہ موجود ہی نہیں اور اب وزیر اعظم نواز شریف اور بے نظیر بھٹو کے مابین طاقت کے مظاہرے۔ بینظیر ہزاروں لوگ سڑکوں پر لا کر تازہ انتخابات کا مطالبہ کرتی ہے تو رد عمل میں نواز شریف اس کا اسلام آباد میں داخلہ بند کر دیتے ہیں۔ ادھر فوج اس تاک میں ہے کہ حالات بگڑنے لگیں تو مارشل لاء لگا دے۔

مارشل لاء سے ہمیشہ بے اطمینانی اور اختلافات کو ہی ہوا ملی ہے' صورت حال اب بھی مختلف نہیں ہوگی بلکہ اقتصادی لحاظ سے حالات زیادہ خراب ہونگے کیونکہ سرد جنگ کے دوران' ایوب سے لے کر ضیاء تک' فوجی حکمرانوں کو مغرب کی جو سرپرستی حاصل رہی وہ اب میسر نہیں۔ اگر سیاستدان جمہوریت کی پاسداری کرتے تو پاکستان میں جمہوریت یوں بدنام نہ ہوتی۔ نواز شریف اور بے نظیر بھٹو کا رویہ بھی جمہوری نہیں' نواز شریف ایک سیدھا سادھا کاروباری آدمی ہے جس کا حکومتی عرصہ صحیح یا غلط' کئی طرح کی آلائشوں میں ملوث نظر آتا ہے جن میں بدعنوانی' دھونس جمانے اور نااہلی کے الزامات شامل ہیں۔ سندھ میں جام صاحب کے ہاتھوں جبر و تشدد کی کارروائیاں روا رکھنے کے بعد نواز شریف کا حزب اختلاف کو غیر جمہوری سرگرمیاں اپنانے کا الزام دینا بے معنی ہے۔

ترقی پسند بے نظیر بھٹو عوام کے لئے پرکشش ہونے کے ساتھ مظلومیت کا شکار رہی ہے۔ اس کے باپ کو ضیاء نے سولی چڑھوایا تو نواز شریف نے اس کے خاوند کو جیل بھجوا دیا۔ ۱۹۷۷ء سے ۱۹۸۶ء تک وہ خود بھی جیل میں رہیں اور کافی عرصہ ملک سے باہر رہنا پڑا لیکن یہ ماننا پڑے گا کہ پاکستان کے غریب عوام میں اسے سب سے زیادہ مقبولیت حاصل ہے مگر بجائے اس کے کہ عوام کے سامنے اقتصادی اور سماجی اصلاحات کا کوئی قابل عمل منصوبہ لایا جائے' انہیں بھٹو خاندان سے پرستش کی حد تک عقیدت کی ترغیب دلانے پر اکتفا کر لیا جاتا ہے۔ ۱۹۸۸ء میں ایک ناگہانی ہوائی حادثہ میں ضیاء کی ہلاکت کے بعد

انتخابات میں بھٹو خاندان کا نام پیپلز پارٹی کو اقتدار میں لانے کا کام تو دے گیا مگر اسے اقتدار میں رکھنے کے لئے کافی نہ تھا۔ گو ایک سبب یہ تھا کہ فوج نے جوہری پروگرام اور افغانستان کے بارے میں حکمت

(باقی صفحہ ۱۸ پر)

KHALID TRADERS
IMPORTERS—INDENTORS—STOCKISTS & SUPPLIERS OF WIDE VARIETY OF BEARINGS, FROM SUPER—SMALL TO SUPER—LARGE
AUTHORIZED AGENTS NTN BEARINGS

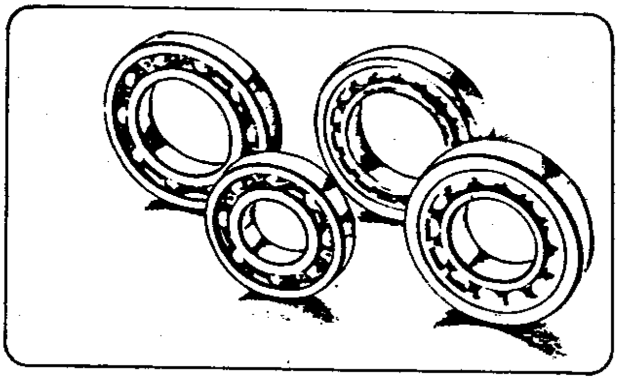

PLEASE CONTACT
TEL : 7732952-7735883-7730593
G.P.O. BOX NO. 1178, OPP KMC WORKSHOP
NISHTER ROAD, KARACHI-74200 (PAKISTAN)
TELEX : 24824 TARIQ PK CABLE : DIMAND BALL FAX : 7734776

FOR AUTOMOTIVE BEARINGS : Sind Bearing Agency 64 A-65, Manzoor Square Noman St. Plaza Quarters Karachi-74400 (Pakistan)
Tel : 7723358-7721172

LAHORE : (Opening Shortly) Amin Arcade 42, Brandreth Road, Lahore-54000 Ph : 54169

GUJRANWALA : 1-Haider Shopping Centre, Circular Road, Gujranwala Tel : 41790-210607

WE MOVE FAST TO KEEP YOU MOVING

دھرتی کے کونے کھدروں میں پھر اپنے لہو کی کھاد بھرو

اللہ نے اسے قبول فرمایا تو

یہ محنت رنگ ضرور لائے گی

کراچی کے رفقاء نے دو دن حیدر آباد میں لگائے

رپورٹ : نجیب صدیقی

حیدر آباد، سندھ کا دوسرا بڑا شہر ہے کچھ سال قبل امیر محترم کے متعدد دورے ہوئے اور پبلک اجتماعات بھی ہوئے جو بہت کامیاب رہے تھے۔ لوگوں نے ذوق و شوق سے سنا۔ اسی دوران ایک علاقائی سہ روزہ اجتماع بھی ہوا تھا۔ پچاس سے زیادہ افراد ایسے تھے جنہوں نے تنظیم کے لئے اپنی خدمات پیش کیں۔ پھر یہ شہر سیاسی حالات کی ابتری میں بری طرح لپیٹ دیا گیا۔ لسانی فسادات، قتل و غارتگری معمول بن گئے۔ آئے دن کے کرفیو نے تو رہی سہی کسر نکال دی۔ لوگ اپنے کام سے جلد لوٹتے اور اپنے گھروں میں محبوس ہوجاتے، دینی اور سماجی سرگرمیوں کے لئے ان کے پاس وقت کہاں، ویسے بھی معاشی تقاضے تو انسان کو مجبور کرتے ہیں کہ اپنی پوری توانائی اور پورا وقت کسب معاش میں کھپا دے جبکہ اخلاقی اور ذہنی تقاضے فرصت اور فراغت چاہتے ہیں بایں ہم انسان کو اگر اپنے فرائض دینی کا احساس ہوجائے تو وہ اس کے لئے کچھ تو گرمی دکھائے لیکن لوگوں کو یہ بات سمجھا دی گئی ہے کہ دینی تقاضے تو نماز روزہ تک محدود ہیں۔ یہ باتیں وہ تواتر سے سنتے آرہے ہیں اور محراب و ممبر سے بھی یہی بات دھرائی جاتی ہے لہٰذا دین کے لئے کچھ کرنے کا داعیہ کہاں سے پیدا ہو! پھر حالات کی خرابی کا ایک معقول عذر آجانے کے بعد تو انسان کا سرد ہوجانا لازمی ہے۔ کچھ ایسے ہی حالات کا شکار حیدر آباد کے رفقاء ہوئے ہیں

حلقہ سندھ و بلوچستان کی نظامت جب جناب نسیم الدین کے پاس آئی تو انہیں فکر ہوئی کہ حیدر آباد کے رفقاء کو بھی جگایا جائے۔ انہوں نے کراچی میں یہ تجربہ کیا تھا کہ انفرادی ملاقاتیں جگانے کا بہترین ذریعہ ہیں، محض سرکلر جاری کردینا ہرگز کافی نہیں۔ وہ کراچی میں ایک ایک رفیق کے گھر گئے اور انہیں آمادہ عمل کیا اس طرح کراچی کی تنظیم جو اونگھ رہی تھی، بیدار ہوئی۔ اور اب الحمدللہ وہ جاگ چکی ہے اور دوسروں کو جگانے کا سبب بن رہی ہے۔

ماہ اکتوبر میں کراچی سے ۲۵ رفقاء کوئٹہ گئے اور اس طرح ایک بڑی حرکت پیدا ہوئی تھی اس تجربہ کی روشنی میں حیدر آباد کے لئے بھی یہی تجویز کیا گیا کہ پہلے رفقاء سے جو بھی وہاں موجود ہیں یا جنہیں کچھ دلچسپی باقی ہے ملاقات کی جائے۔ ہر ماہ کے آخری جمعہ کو ناظم حلقہ حیدر آباد تشریف لے جاتے اور رفقاء سے ملتے اور ان کے اجتماعات میں بھی شریک ہوتے رہے ہیں۔ گذشتہ ماہ کے دورۂ حیدر آباد میں یہ طے کیا گیا کہ آئندہ ماہ کے آخری جمعہ کو کراچی سے رفقاء حیدر آباد آئیں، یہاں دعوتی اجتماع کیا جائے اور ملاقاتیں ہوں۔ پروگرام طے ہوجانے کے بعد تمام رفقاء کو خطوط لکھے گئے اور تحریک خلافت کے معاونین سے بھی گذارش کی گئی کہ وہ بھی وقت نکال کر تشریف لائیں۔ اسی دو روزہ اجتماع کے لئے جو نومبر کے آخری ہفتے میں ہونا تھا، کراچی کے رفقاء سے بھی کہا گیا کہ ہر ماہ جو دو روزہ دعوتی اجتماع کراچی میں ہوتا ہے وہ اس بار حیدر آباد میں ہوگا۔ لہٰذا رفقاء حیدر آباد کے سفر کا پروگرام بنائیں اور وقت نکالیں۔

حیدر آباد کے رفقاء نے ماضی قریب میں ایسے اجتماعات منعقد نہیں کئے تھے اس لئے وہ کچھ پریشان نظر آرہے تھے۔ اس اندیشہ سے کہ کہیں یہ پروگرام خراب نہ ہوجائے، اس کے انعقاد سے زیادہ منسوخی کی طرف مائل نظر آرہے تھے لیکن ناظم حلقہ نے بڑے اعتماد کے ساتھ انہیں حوصلہ دیا کہ وہ نہ گھبرائیں۔ انہوں نے کہا کہ اگرچہ آپ کے لئے یہ پہلا تجربہ ہے لیکن ہم ایسے متعدد اجتماعات کرچکے ہیں اور ان شاء اللہ ہم یہ اجتماع حسب پروگرام ضرور کریں گے۔ اجتماع ۲۷ر ۲۸ر کو ہونا تھا۔ ناظم حلقہ نے ۲۶ر کو حیدر آباد جانے کا فیصلہ کیا تاکہ اگر اس اجتماع کے انعقاد میں کوئی دشواری ہو تو اس کا جائزہ لیا جائے اور اسے دور کیا جائے۔

۲۶ر کی شام چار افراد کا قافلہ ناظم حلقہ کے ساتھ حیدر آباد پہنچا۔ ہمیں یہ معلوم ہوچکا تھا کہ جو مسجد رفقائے حیدر آباد نے اس اجتماع کے لئے طے کی تھی اور اجازت بھی لے لی تھی، اس کی اجازت منسوخ ہوچکی ہے۔ مساجد اللہ کا گھر ضرور ہیں مگر تصرف میں ایسے لوگوں کے ہیں جن کی سوچ فرقہ وارانہ ہے۔ اس طرح مایوسی کے بعد حیدر آباد کی بستی لطیف آباد نمبر۱۰ میں ایک مسجد کا جو جامع دار العلوم کے نام سے معروف اور خاصی کشادہ ہے، انتخاب کیا گیا۔ یہاں پہلے بھی امیر محترم کی تقریر ہوچکی ہے۔ وہاں کے لئے ہمیں اجازت مل گئی جس کے لئے ہم وہاں کی انتظامیہ اور امام صاحب کے بے حد مشکور ہیں۔

کراچی کے رفقاء کے لئے یہ بات طے تھی کہ وہ ۲۶ر کی رات ساڑھے نو بجے تنظیم شرقی نمبر۱ کے دفتر میں اپنے ضروری سامان سفر کے ساتھ پہنچ جائیں گے۔ اس سفر کے امیر جناب ندیم اختر صاحب تھے اور راستے کی رہنمائی کے لئے جناب واحد علی رضوی صاحب کو ناظم حلقہ نے ذمہ دار بنا لیا تھا۔ جن مقاصد کے لئے یہ سفر اختیار کیا جارہا تھا، جناب نوید احمد صاحب نے اس کے آداب سے رفقاء کو آگاہ کیا نیز توجہ طلب امور کی نشاندہی کی۔ صبح ساڑھے چار بجے نماز تہجد کے لئے رفقاء کو جگایا گیا اور نماز فجر کے بعد صبح سات بجے پانچ گاڑیوں پر مشتمل یہ قافلہ سوئے حیدر آباد روانہ ہوا۔ جامع مسجد دار العلوم میں رفقاء کا قیام تھا۔ نماز جمعہ سے قبل رفقاء چھوٹے چھوٹے گروپس بنا کر ارد گرد کے علاقے میں دعوت کے لئے پھیل گئے اور لوگوں کو جمعہ میں خطاب سننے کی دعوت بھی دی گئی اسی علاقے کی تین بڑی مساجد میں مکتبہ

لگایا گیا۔ جمعہ کے خطاب میں جو ۴۵ منٹ پر محیط تھا' جناب نوید احمد صاحب نے قرآن مجید کے حقوق بیان کئے۔ امت میں تفرقہ کا واحد سبب قرآن مجید سے دوری ہے اور اس کا واحد علاج قرآن مجید سے تمسک ہے۔ اس بات کی وضاحت بہت عمدگی سے کی۔ نوید احمد صاحب بڑے اعتماد سے پر جوش انداز میں اپنی بات سامعین تک پہنچاتے ہیں اور سامعین بھی ہمہ تن متوجہ رہتے ہیں۔ جمعہ کے خطاب میں وقت کی کمی مانع رہتی ہے پھر سامعین بھی قسطوں میں پہنچتے ہیں اس لئے خطیب کو الجھن سی رہتی ہے۔ خطاب جمعہ کے بعد کھانا اور مختصر آرام کے بعد نماز عصر پڑھی گئی۔

عصر سے مغرب تک رفقاء گروپوں میں تقسیم ہو کر گرد و نواح میں پھیل گئے اور مغرب کے بعد تقریر سننے کی دعوت دیتے رہے۔ ہر گروپ کو محضر نامے دئے گئے تھے۔ اخبارات میں رنگین و عریاں تصاویر کے خلاف عوام الناس سے کہا گیا تھا کہ وہ اسے پر کریں۔ اسے ایک مہم کی صورت دی گئی تھی جو الحمد للہ بہت کامیاب رہی لوگوں نے ذوق و شوق سے یہ محضر نامے پر کئے۔ مغرب کی نماز کے بعد جناب نوید احمد صاحب نے درس قرآن مجید دیا۔ اپنے خطاب جمعہ کے حوالے سے بات شروع کی' قرآن مجید کا مقصد نزول بیان کیا اور بتایا کہ تعمیر انسانیت کے لئے یہ واحد کتاب ہے اور ہماری پریشانیوں کا واحد سبب اس کتاب سے دوری ہے۔ آپ نے کرنے کے اصل کام کی طرف لوگوں کو متوجہ کیا۔ تنظیم اسلامی کا تعارف اور اس کی دعوت پیش کرتے ہوئے اس پر لبیک کہنے کی دعوت بھی دی۔ ان کا یہ بیان قبل نماز عشاء تک ہوا۔ اس کے بعد سوال و جواب کی نشست ہوئی سامعین نے بڑی دلچسپی کا اظہار کیا۔

۲۸ر نومبر کی صبح عبادات سے شروع ہوئی۔ نماز تہجد کے بعد رفقاء ۸ آٹھ گروپس میں تقسیم ہوگئے اور آپس میں مسنون دعاؤں کو سننے اور سناتے رہے۔ نماز فجر کے بعد عبد المقتدر صاحب نے درس حدیث دیا۔ وقفہ اور ناشتہ کے بعد تربیتی اجتماع ۹ بجے شروع ہوا۔ ناظم حلقہ نے رفقاء کو مختلف موضوعات دئے تھے جن پر انہیں اپنی بات نصف گھنٹے میں کہنی تھی۔ سب سے پہلے عبد الھادی بھٹو صاحب کو جو حیدر آباد ہی کے رفیق ہیں "قرآن کا انسان مطلوب" پر گفتگو کرنی تھی۔ جناب عبد الھادی قرآن مجید سے آیات کا انتخاب کر کے لائے تھے۔ ان کی گفتگو انہیں آیات کے گرد رہی البتہ وقت کی تحدید کے باعث اپنے موضوع کو مکمل نہ کر سکے۔ اس کے بعد "انقلابی طریقہ کار ہی کیوں؟" پر اپنی بات شروع کی۔ ان کی مربوط گفتگو سے ان کی تیاری کا اندازہ ہو رہا تھا۔ انہوں نے رائج الوقت طریقہ ہائے کار کی وضاحت کی پھر ان کی خامیوں کی نشاندہی کی اور انقلابی طریقہ کار کی کچھ تفصیلات بتائیں۔ انہیں بھی وقت کی کمی کا گلہ تھا۔ عبید اللہ صاحب نے "تقرب الی اللہ کس طرح" کے موضوع پر خطاب کیا۔ ان کی گفتگو سے اندازہ ہو رہا تھا کہ یہ ان کا پسندیدہ موضوع ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ اس مختصر وقت میں انہوں نے اس موضوع کا حق ادا کیا۔ تصور کا یہ رخ بھی دین میں انتہائی اہمیت کا حامل ہے' مگر دوسرا رخ جسے اصطلاحاً" ہم اقامت دین سے تعبیر کرتے ہیں' اس تصویر کو مکمل کرتا ہے۔ جناب رحیم کاشفی نے "نبی اکرمؐ سے ہمارے تعلق کی بنیادیں" پر گفتگو کی۔ ان کی تقریر بھی نصف گھنٹے پر محیط تھی۔

مقررین میں ایک نام جناب انیس احمد صاحب کا تھا' جنہیں مطلع بھی کیا گیا تھا مگر وہ نہ آسکے ان کا شدید انتظار رہا۔ وہ دادو سے منتقل ہو کر جام شورو آگئے ہیں۔ گذشتہ ماہ کے دورے میں ان سے ناظم حلقہ نے ملاقات بھی کی تھی اور انہوں نے بڑے جوش و جذبے کا اظہار بھی کیا تھا۔ خیال تھا کہ اس اجتماع میں ان کی تشریف آوری کے بعد حیدر آباد اور اس سے ملحقہ علاقے میں دعوت کے کام کو منظم کیا جاسکے گا۔ پروگرام کے اختتام سے قبل ناظم حلقہ نے مطالعہ لٹریچر اپنے اختتامی خطاب کے ساتھ رکھا تھا تاکہ وہ اس کی مناسب تشریح بھی دوران مطالعہ کرتے رہیں۔ آپ نے پہلے تو رفقاء کو مبارک باد دی کہ آپ دین کے راستے میں گھر سے نکلے ہیں۔ ہمارا کام صرف اور صرف رضائے الٰہی کا حصول ہے' نیت میں اخلاص پیدا کیجئے اور دورن بینی کی عادت ڈالئے۔ جملہ فرائض کی ادائیگی اور مکروہات سے اجتناب ضروری ہے۔ دین کا تقاضہ ہے کہ متوازن زندگی گزاری جائے۔ آپ کی زندگی میں رسولؐ کی جھلک نظر آنی چاہیے۔ ایمان و یقین میں گہرائی اس وقت پیدا ہوگی جب ہم قرآن مجید کو اس کا ذریعہ بنائیں گے۔ دینی علم کا مسلسل حصول اور خوب سے خوب تر کی تلاش' ہدف کا تعین اور اس میں ترقی کا جائزہ لیتے رہنا چاہیے۔ اپنے عقائد کو درست رکھنا کلمہ شہادت کے تقاضے اور مضمرات کو سامنے رکھنا چاہیے۔ تنظیم کی طرف سے دئے گئے پروگرام پر خوشدلی سے عمل کرنا' اس میں بھرپور حصہ لینا' اس کے دئے گئے ہدف پر پہنچنے کی کوشش کرنا چاہیے۔ داعی الی اللہ بنئے' آپ کی شخصیت ایک روشن چراغ ہو۔ چونکہ معاشرے کا مجموعی مزاج دین سے دور جاچکا ہے اور اصلاح طلب ہے اور تمام طبقات خیر خواہی اور نصح کے محتاج ہیں اس لئے "الدین النصیحہ" کو سامنے رکھئے اور "الا قرب فالا قرب" کی تدریج بھی ملحوظ رہے۔ امیر تنظیم اسلامی کے خطاب جمعہ سننے کا اہتمام ہونا چاہیے۔ امراء و نقباء اور درجہ بدرجہ ذمہ دار حضرات کے مراتب کا خیال ضروری ہے۔ دوسرے لوگوں اور رفقاء پر تنقید و احتساب میں محتاط رہنا ضروری ہے' اس کے برعکس خود احتسابی کی عادت ڈالیں۔

ناظم حلقہ نے یہ بھی بتایا کہ تزکیہ کے لئے تنظیم نے بیعت دعوت و ارشاد کی اجازت دی ہے۔ اب جو لوگ کسی سے اس سلسلے میں نئی بیعت کرنا چاہیں تو وہ امیر محترم سے اس کی اجازت لے لیں۔ نیز تزکیہ کے نتیجے میں دعوت دین اور اقامت دین کے کام میں تیزی آنی چاہیے تنظیم میں آزادی فکر و اختلاف رائے کی پوری آزادی دی گئی ہے لیکن اس کے لئے نظام العمل نے جو راستے بنائے ہیں ان کی پابندی ضروری ہے۔ یہ کار آمد نصیحتیں تنظیم کے لئے ریڑھ کی ہڈی کا درجہ رکھتی ہیں۔ رفقاء کو چاہیے کہ وہ انہیں نوٹ کر لیں اور اپنے مطالعے میں رکھیں تاکہ یاد دہانی ہوتی رہے۔

ظہر کا وقت ہوا چاہتا تھا لہٰذا یہ اجتماع خیر و خوبی کے ساتھ اختتام پذیر ہوا۔ ظہر کی نماز کے بعد جناب رحیم کاشفی نے چند احادیث پڑھ کر سنائیں اور کھانے کے بعد رفقاء ایک قافلے کی شکل میں کراچی واپسی کے لئے روانہ ہوئے۔ ہم حیدر آباد کے رفقائے تنظیم کے مشکور ہیں جنہوں نے ہمارے قافلے کی میزبانی فرمائی اور ہمارے پروگراموں میں حتی المقدور شریک ہوتے رہے۔ ○○

استحکام پاکستان اور مسئلہ سندھ

ہر درد مند پاکستانی کے لیے اس کتاب کا مطالعہ ضروری ہے

قیمت ۱۵ روپے

پتہ ملنے کا: انجمن خدام القرآن ۳۶ کے ماڈل ٹاؤن لاہور

امیر تنظیم اسلامی لاہور شہر اپنے رفقاء کو مخاطب کرتے ہیں

بابری مسجد کی شہادت پر دل خون کے آنسو رویا

اس کا کچھ مداوا بھی ہے؟

جوش کو ہوش کے آداب سکھایئے

رفیق محترم السلام علیکم ورحمہ اللہ۔ ایودھیا (بھارت) میں واقع تاریخی بابری مسجد کی شہادت کی خبر عالم اسلام بالخصوص مسلمانان پاکستان پر بجلی بن کر گری ہے۔ رد عمل میں جذبات کا ایک طوفان ہے جو تھم نہیں رہا۔ ملک بھر میں احتجاج مظاہرے اور مندروں پر حملے ہو رہے ہیں۔ ٹائر جلنے سے فضا مسموم ہو گئی ہے۔ جوش و جذبات کی اندھی لہرنے غیروں کے جان ومال اور ان کی عبادت گاہوں کو جلا کر راکھ تو کیا ہی ہے' بہت سے مسلمانوں کے گھروں کو بھی ماتم کدے میں تبدیل کر دیا۔ اس حال میں جب کہ حزب اقتدار مظاہروں احتجاج اور توڑ پھوڑ میں حزب اختلاف سے سبقت لے جانے کو رجسٹر کرانا اپنی سیاسی ضرورت سمجھ رہی ہو' سرکاری اور نیم سرکاری اداروں کے بلڈوزر مندر گرانے میں حصہ لے رہے ہوں' وزراء اپنے دست مبارک سے اقلیت کی عبادت گاہوں پر ہتھوڑا چلانے کا افتتاح کرتے ہوں' کون کسے سمجھائے اور کیوں سمجھائے۔ کون نہیں جانتا کہ اسلامی ریاست میں اقلیت کی حیثیت ذمی کی ہے یعنی حکومت غیر مسلموں کے جان ومال عزت آبرو اور ان کی عبادت گاہوں کی حفاظت کی ذمہ دار ہے۔ کیا اسلامی جمہوری اتحاد کی حکومت کو دین کا یہ بنیادی سبق یاد نہیں!

رفیق گرامی۔ عوامی اور حکومتی رد عمل آپ کے سامنے ہے۔ افسوس تو یہ ہے کہ دانشور حضرات اور بعض علماء بھی مختلف پلیٹ فارموں سے اس نوع کی دھواں دھار تقاریر کر رہے ہیں جن میں بھارت کا نام ونشان مٹا دینے کا عزم ظاہر کیا جاتا اور اس کی اینٹ سے اینٹ بجا دینے کی قسمیں اٹھائی جاتی ہیں۔ الجہاد' الجہاد اور کرش انڈیا کے نعروں سے فضا گرمائی جارہی ہے۔

رفیق گرامی' آہ کاش ہم اس حقیقت کا ادراک کر سکیں کہ ایمان حقیقی اگر ہمارے دل میں جاگزین ہو تو عمل میں جہاد اس کا لازمی اور منطقی نتیجہ ہے۔ اور جہاد کا ظہور اگر ہمارے اعمال سے ہو رہا ہوتا تو یہ ملک جسے مملکت خداداد پاکستان کہتے کہتے ہماری زبان نہیں سوکھتی اور جس کی ہر ہر اینٹ اسلام کے نام پر رکھی گئی اور جس کے قیام کا مطلب لا الہ الا اللہ بتایا گیا' کبھی اس حال میں نہ ہوتا کہ ہم ایک طویل عرصے سے مسلسل بدترین سیاسی عدم استحکام سے دوچار ہیں۔ سیاسی اختلافات یہاں ذاتی اور خاندانی دشمنیوں میں بدل چکے ہیں۔ معاشی بدحالی کا یہ عالم کہ ہم ۲۵ ارب ڈالر کے مقروض ہیں اور اس ناتے ہمارا شمار ایشیا کے مقروض ترین ملک میں ہوتا ہے۔ ہمارے حاکم کشکول توڑنے کے دعووں کے باوجود کمرشل بنیادوں پر زیادہ سے زیادہ سود کی ادائیگی پر مزید قرضے حاصل کرنے کے لئے دربدر کی ٹھوکریں کھا رہے ہیں!

رفیق گرامی ہمارے دشمن نے اتنا بڑا قدم اٹھانے سے پہلے ہماری قوت' حیثیت اور ہمارے کھوکھلے پن کا صحیح اندازہ کر لیا تھا۔ وہ جان چکا ہے کہ یہ قوم ایک عورت کی پکار پر ہندوستان کو تہس نہس کرنے والے محمد بن قاسمؒ سے اپنا ناطہ توڑ چکی ہے۔ اس کی دینی حس اور غیرت کا جنازہ کب کا نکل چکا ہے - ع حمیت نام تھا جس کا گئی تیمور کے گھر سے۔ جب سے میں نے اس سانحہ کی خبر سنی ہے ایک مصرعہ میرے ذہن سے چپک کر رہ گیا ہے۔ ع ہے جرم ضعیفی کی سزا مرگ مفاجات۔

رفیق گرامی' اس تحریر کا پس منظر یہ ہے کہ میرے کانوں تک بعض رفقاء کی یہ خواہش پہنچی کہ ہمیں بھی مظاہرے وغیرہ کے ذریعے اپنے جذبات کا اظہار کرنا چاہئے۔ میں جانتا ہوں کہ گو مظاہرے سے آپ کی مراد تنظیم اسلامی کا روایتی خاموش اور پر امن مظاہرہ ہے لیکن یاد رکھئے کہ مطالباتی' مظاہراتی اور احتجاجی طرز عمل یا طریقہ کار اپنوں کے خلاف تو اختیار کیا جاسکتا ہے اور سود مند ثابت ہو سکتا ہے لیکن دشمن' اور وہ بھی متعصب اور تنگ ذہن بنیا جس نے برصغیر کی تقسیم کو گاؤ ماتا کے ٹکڑے کرنے سے تشبیہ دی تھی اور ہمارے وجود کو کبھی سرے سے تسلیم ہی نہ کیا اس کے خلاف مظاہرے اور اس سے مطالبہ چہ معنی دارد؟ اس سانحہ کا اصل سبب صرف اور صرف ہماری سیاسی' معاشی اور عسکری سطح پر کمزوری ہے۔ کمزور شخص محض رو پیٹ سکتا ہے' بین کر سکتا ہے۔ لہٰذا ہم گذشتہ کئی روز سے رو پیٹ رہے ہیں' بین کر رہے ہیں۔ اس ازلی دشمن نے ۱۹۴۸ء میں مسلم ریاست حیدر آباد دکن کو فوجی کارروائی کے ذریعے بھارت کا "اٹوٹ انگ" بنا لیا۔

۷۱ء میں دنیا کی سب سے بڑی اسلامی سلطنت کو دولخت کر دیا۔ کشمیر کی سڑکیں اور پہاڑ روزانہ خون مسلم سے غسل کرتے ہیں۔ ہم چند روز کیلئے احتجاج کرتے ہیں' نعرے بازی کرتے ہیں تقریروں اور خطبات میں زبردست دھمکیاں دیتے اور پھر اسی تنخواہ پر کام شروع کر دیتے ہیں اصل سوال یہ ہے کہ ہم اس وقت لاغر کمزور اور بزدل کیوں ہیں' تو جواب بزبان اقبال سنئے

خوب ہے تجھ کو شعار صاحب یثرب کا پاس
کہہ رہی ہے زندگی تیری کہ تو مسلم نہیں

پھر ایک جگہ فرمایا

وہ نشان سجدہ جو روشن تھا کوکب کی طرح
ہوگئی ہے اس سے اب نا آشنا تری جبین

خاص طور پر اس شعر پر غور فرمائیں کہ

تیرے آبا کی نگہ بجلی تھی جس کے واسطے
ہے وہی باطل تیرے کاشانہ دل کا مکیں

میں نے ان دنوں اپنے اجتماعات میں جب بھی اس نوع کی گفتگو کی تو سوال کیا گیا کہ مسلمان کی اس ناتوانی کرتوت میں کیسے بدلہ لیا جائے اور عملاً کیا کیا جائے؟۔ رفیق گرامی' یہ ہے اصل توجہ طلب مسئلہ! میرے نزدیک تنظیم اسلامی کی دعوت ہی اس سوال کا اصل جواب ہے! رفیق گرامی' بھارت کی اس مذموم حرکت کا کوئی فوری اور موثر جواب دینا ہمارے لئے ممکن نہیں ہے۔ اپنے ان مسلمان بھائیوں کو جنہیں اس سے پہلے کبھی آپ نے تنظیم اسلامی کی دعوت پیش نہیں کی' یہ بتائیں کہ اگر بابری مسجد کی شہادت سے ان کے دل پر جو چرکہ لگا ہے اور وہ اگر واقعتاً اور حقیقتاً باغیرت مسلمان بن کر کرہ ارض پر رہنا چاہتے ہیں تو اولین تقاضے کے طور پر انہیں خود صحیح معنوں میں مسلمان بننا ہوگا۔ یعنی اگر میں مسلمان ہونے کا مدعی ہوں تو دیکھنا ہوگا کہ کیا واقعی میں اللہ کے سوا کسی کو الہ نہیں سمجھتا' کیا میں حقیقتاً محمدؐ رسول اللہ کی سنت کو مضبوطی سے تھامے ہوئے ہوں' کیا جس اسلام کا نفاذ میں اس ملک میں چاہتا ہوں اور ملک کے حاکموں سے اس کے نفاذ کا مطالبہ کرتا ہوں اسے میں خود اپنی ذات پر کہ جس پر مجھے اختیار حاصل ہے' نافذ کر چکا ہوں؟ یہاں یہ مغالطہ لاحق نہیں ہونا چاہئے کہ پہلے انسان مکمل طور پر فرشتہ بن جائے' پھر کوئی اگلا قدم اٹھائے۔ نہیں' بھول چوک انسان کی طبیعت کا خاصہ ہے۔ صراط مستقیم پر چلتے چلتے کبھی قدم پھسل جائے تو انسان فوراً رجوع کرے' توبہ کرے۔ یہی طرز عمل مطلوب ہے۔ اس سے اگلا قدم یہ ہے کہ پھر راہ حق کے مبلغ بن کر کھڑے ہوں اور لوگوں کو اصلاح احوال کی اور اپنی زندگیوں کو اسلام کے مطابق ڈھالنے کی تلقین کریں۔ دعوت و تبلیغ کے اس کام میں وقت بھی لگانا ہوگا اور سرمایہ بھی! رفیق گرامی' پھر وہ لوگ جو اپنی اصلاح پر آمادہ ہوں اور غلبہ و اقامت دین کے لئے تن من دھن نچھاور کرنے کا عزم رکھتے ہوں' وہ ملک میں نظام خلافت کے قیام کیلئے اجتماعی جدوجہد کریں گے۔ اس لئے کہ پاکستان کے استحکام کا واحد راستہ یہ ہے کہ یہاں حقیقی اسلامی نظام نافذ کیا جائے۔ تبھی ہم ہندو جیسے ازلی دشمن کے دانت کھٹے کرنے کے قابل ہوں گے۔ اور نفاذ اسلام کا واحد راستہ وہ انقلابی راستہ ہے جس کے خدوخال ہمیں سیرت نبوی میں ملتے ہیں۔ یہ بات اب تجربے سے ثابت ہو چکی ہے اور پاکستان کی ۴۵ سالہ تاریخ اس کی شاہد ہے کہ نہ اسلامی مارشل لاء گیارہ سالہ کی طویل مدت میں اسلامی نظام کے نفاذ کی طرف کسی قسم کی ٹھوس پیش رفت کر سکا' نہ اسلام کے نعرہ پر وجود میں آنے والا اسلامی جمہوری اتحاد' رتی بھر کوئی کام کر سکا۔ لہٰذا پاکستان میں اسلامی نظام کے نفاذ کیلئے لامحالہ انقلابی طریق کار ہی اختیار کرنا ہوگا اور ان مراحل سے گزرنا ہوگا جو ہر انقلابی عمل کے لئے ناگزیر ہوتے ہیں یعنی (۱) انقلابی نظریہ کی نشرواشاعت ' (۲) اس بنیاد پر ساتھ دینے والے لوگوں کو منظم کرنا اور ایک انقلابی جماعت تشکیل دینا' (۳) ان کی تربیت کا اہتمام کرنا' (۴) پھر صبر محض کا مرحلہ صبر و استقامت سے طے کرنا (۵) مناسب قوت حاصل ہو جانے پر اقدام کرنا۔ بحالات موجودہ اس کا طریقہ یہ ہوگا کہ منکرات کو قوت کے ساتھ روکنے کی خاطر میدان میں نکلا جائے۔ (۶) اور آخری یہ کہ اپنی جانیں ہتھیلی پر رکھ کر باطل نظام کے پاسبانوں کو چیلنج کرنا کہ یا تو وہ نظام حق یعنی نظام خلافت کو رائج کر دیں یا پھر راستے سے ہٹ جائیں۔ صرف اور صرف اس طور پر نظام خلافت کا قیام ممکن ہے!۔

کیا جماعتِ اسلامی پاکستان

اپنی تاریخ کے تیسرے **بحران** سے دوچار ہورہی ہے؟

میاں طفیل محمد اور قاضی حسین احمد کا اختلاف نہ بڑھاپے اور جوانی کا تصادم ہے نہ ہوسِ امارت کا شاخسانہ

بلکہ جماعت کے قدیم اساسی نظریات اور جدید سیاسی رجحانات کا تصادم ہے!

- جماعت کے اساسی انقلابی نظریات کیا تھے؟
- ان میں تبدیلی کب اور کیسے شروع ہوئی؟
- جماعت کے پہلے بحران (۴۳ء) کی نوعیت کیا تھی؟
- دوسرے اور شدید تر بحران (۵۷-۵۶) کے اصل حقائق اور اسباب کیا تھے؟ ---اور
- جماعت کی اس تبدیلی نے اقامتِ دین کی تحریک کے علاوہ خود پاکستان کو کیا نقصان پہنچایا؟

ان سوالات کے جواب --- اور اس عظیم تحریک کو تباہی سے بچانے کے آخری موقع سے فائدہ اٹھانے کے لئے

ڈاکٹر اسرار احمد

کی حسب ذیل تصانیف کا مطالعہ لازمی ہے:

۱۔ تحریک جماعت اسلامی: ایک تحقیقی مطالعہ صفحات ۲۳۶
۲۔ تاریخ جماعت اسلامی کا ایک گمشدہ باب۔ " ۳۲۸
۳۔ اسلام اور پاکستان۔ " ۹۸

تینوں کی مجموعی قیمت: سفید کاغذ پر مجلد: ۱۶۰/- روپے
اخباری کاغذ پر غیر مجلد: ۱۰۰/- روپے (محصول ڈاک ۱۵/- اس کے علاوہ)

مکتبہ انجمن خدام القرآن ۳۶-کے ماڈل ٹاؤن لاہور

سے طلب فرمائیں یا تنظیم اسلامی کے مقامی دفاتر سے حاصل کریں
(نوٹ: وی پی صرف نصف رقم کا پیشگی آرڈر آنے پر ارسال ہوگا)

رفیق گرامی' گو آپ یہ سب کچھ جان کر ہی تنظیم میں شامل ہوئے ہیں لیکن بھول چونکہ ہماری طبیعت کا حصہ ہے لہٰذا ہمیں یاددہانی کی ضرورت رہتی ہے' ہم دنیا کی مصروفیات میں کھو کر اپنا اصلی فریضہ بھول جاتے ہیں۔ تاہم میرے اور آپ کے لئے اہم ترین بات یہ ہے کہ گو نظام خلافت کے قیام کیلئے جدوجہد کرنا اور اپنی توانائیاں صرف کرنا ہر مسلمان کا دینی فریضہ ہے' لیکن میں نے اور آپ نے تو شعوری طور پر اس بات کو سمجھا ہے اور اس فریضہ کی ادائیگی کیلئے سمع و طاعت فی المعروف کی بیعت کی ہے۔ اس اعتبار سے ہماری ذمہ داری دوسرے لوگوں کے مقابلے میں کئی چند ہو جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو عہد شکنی سے بچائے اور اپنا فرض ادا کرنے کی توفیق دے۔ رفیق گرامی! یہی دعوت آج ہمیں اپنے ہر مسلمان بھائی کو دینی ہے۔ اس لئے کہ اسلامی نظام کا قیام صرف اسی طور پر ممکن ہے اور اگر وہ نظام قائم ہو جائے تو کسی بھارت کی حیثیت ہی کیا' امریکہ جو اس وقت دنیا کی واحد سپریم پاور ہے وہ بھی ہماری عبادت گاہوں کی طرف میلی آنکھ سے نہیں دیکھ سکتا!! ورنہ یہ نعرے تو رفتہ رفتہ مدھم پڑنا شروع ہو ہی گئے ہیں' ہم سب پھر اپنے اپنے دھندوں اور مشاغل میں مصروف ہو جائیں گے۔ وما علینا الا البلاغ

آپکا رفیق
مرزا ایوب بیگ
تنظیم اسلامی لاہور' شہر

بقیہ جلسہ ہائے خلافت

کرتے ہوئے نظام خلافت پر روشنی ڈالی اور اس کے قیام کا طریقہ کار لوگوں کے سامنے پیش کیا۔

امیر محترم نے ٹھیک گیارہ بجے خطاب شروع کیا۔ موسم صبح سے ہی ابر آلود تھا اور ہلکی ہلکی ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی جس کے سبب لوگوں کا گھروں سے نکلنا خاصا دشوار دکھائی دے رہا تھا لیکن اس وقت تک بڑی تعداد میں لوگ جلسہ گاہ میں اپنی نشستیں سنبھال چکے تھے۔ چونکہ جلسہ کا بندوبست کسی کھلی جگہ کی بجائے گورنمنٹ ہائی اسکول کے احاطے میں کیا گیا تھا' اس لئے بھی یہاں انہی حضرات کے آنے کا امکان تھا جو خصوصی طور پر پروگرام سے دلچسپی رکھتے ہوں۔ اس کے باوجود چھ سو کے لگ بھگ حاضری رہی جو اس چھوٹے سے قصبہ کے اعتبار سے خاصی حوصلہ افزا تھی۔

امیر محترم نے عالمی سطح پر مسلمانوں کی حالت زار کی طرف توجہ دلاتے ہوئے کہا کہ یہ ہمارے اپنے کرتوتوں کا نتیجہ ہے کہ آج دنیا میں مسلمانوں کا کوئی پرسان حال نہیں۔ سب سے بڑے مجرم عرب ہیں جن کی اپنی زبان میں ان کے پاس اللہ کا کلام ہے مگر کبھی وہ مغرب کی کاسہ لیسی کرتے نظر آتے ہیں اور کبھی کیمونزم کا سہارا تلاش کرتے ہیں۔ ان سے کم تر ذمہ دار ہم پاکستان میں رہنے والے مسلمان ہیں جنہوں نے لاکھوں جانوں اور ہزاروں کی تعداد میں عصمتوں کی قربانی دے کر یہ ملک حاصل کیا کہ یہاں اللہ کا کلمہ سربلند کریں گے مگر سوائے بدمعاشیوں اور عیاشیوں کے کچھ نہ کیا۔ بڑے بڑے کاروبار سجانے اور عالیشان عمارتیں کھڑی کرنے میں اپنے آپ کو گم کردیا۔ اللہ تعالیٰ سے ہم نے عہد کر کے اس کی خلاف ورزی کی ہے اور اس جرم کی سزا کے طور پر پوری قوم بحیثیت مجموعی نفاق میں گرفتار ہو کر ذلت و رسوائی کی آخری حدوں کو چھو رہی ہے۔ لوٹ مار' ڈاکہ زنی اور عصمتوں کی پامالی روز مرہ کا معمول بن چکا ہے۔ ہمارے اخلاقی دیوالیہ پن کا حال یہ ہے کہ دین کے لئے اپنی زندگی وقف کرنے کو شاذ ہی کوئی تیار ہو گا لیکن جذبات میں آکر مندر گرانے کے لئے ہزاروں کی تعداد میں لوگ جمع ہو جائیں گے اور جان دینے سے بھی گریز نہیں کریں گے خواہ خود انہوں نے کبھی نماز نہ پڑھی ہو۔

ڈاکٹر صاحب نے آر۔ ایس۔ ایس کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ ایک جماعت ستر سال سے مصروف عمل ہے اور لاکھوں تربیت یافتہ کارکن اس کی پشت پر ہیں مگر اس نے انتخابات میں آنے کا کبھی سوچا تک نہیں مگر ہم چار دن کام کرنے کے بعد پانچویں دن انتخابات میں کود جاتے ہیں کہ اب کوئی اختیار اور طاقت ہاتھ میں آنا چاہیے ڈاکٹر صاحب نے حاضرین پر زور دے کر کہا کہ دین کا صحیح جذبہ اور کوئی کام کرنے کا ارادہ لے کر آگے آئیں۔ بغیر مشقت جھیلے اور قربانی دیئے حالات نہ کبھی بدلے ہیں نہ بدلیں گے

ڈاکٹر صاحب کا خطاب ایک بجے کے قریب اختتام پذیر ہوا۔ حاضرین نے جن میں بڑی تعداد پڑھے لکھے نوجوانوں کی تھی' بڑے انہماک اور دل جمعی کے ساتھ پورا وقت ڈاکٹر صاحب کی بات سنی۔ بعد میں مقامی گورنمنٹ کالج کے دو پروفیسر صاحبان' جن کا تعلق اہل تشیع سے تھا' خصوصی طور پر ڈاکٹر صاحب سے ملاقات کے لئے آئے اور بتایا کہ ان کے علاوہ جلسہ میں کئی دوسرے شیعہ حضرات بھی موجود تھے اور کہا کہ پاکستان میں اسلام کے نفاذ کے لئے ڈاکٹر صاحب کی کوششوں سے انہیں کوئی اختلاف نہیں کیونکہ یہ کام پوری امت مسلمہ کے مفاد میں ہے۔

بقیہ پاکستان کی سیاست

عملی پر بے نظیر کو قابل اعتماد نہ سمجھا تاہم یہ بھی حقیقت ہے کہ بے نظیر کے پاس عوام کو جاگیرداری نظام سے نجات دے کر جدید معاشرے میں ڈھالنے کے لئے کوئی مربوط اقتصادی پروگرام موجود نہیں تھا۔

بے نظیر کا کہنا ہے کہ ۱۹۹۰ء میں صدر غلام اسحق خان کا اسے برطرف کرنا آئینی دھاندلی کے مترادف تھا اور اس کے بعد جو انتخابات کرائے گئے ان میں نواز شریف اور اس کے اسلامی جمہوری اتحاد کو برسراقتدار لانے کے لئے ہیرا پھیری سے کام لیا گیا۔

بے نظیر بھٹو کہتی ہے کہ اس کے اور اس کے خاوند کے خلاف بدعنوانی کے الزامات سیاسی جنگ کا حربہ ہیں۔ سوال یہ ہے کہ بے نظیر کے الزامات درست بھی تسلیم کر لئے جائیں لیکن سزا تو عوام کو مل رہی ہے جو اس کی اصل قوت ہے ان کا قصور کیا ہے؟۔ عوام کو آزادانہ معاشی حکمت عملی کی ضرورت ہے' صحت مند نجی سرمایہ کاری اور چھوٹی مگر صاف ستھری انتظامیہ درکار ہے جن کا دو سال قبل نواز شریف نے وعدہ کیا تھا اور کسی حد تک پیش رفت بھی ہوئی ہے۔ نواز شریف کے رفقاء کا کہنا ہے کہ بے نظیر کی بچگانہ حرکات نہ صرف غیر جمہوری ہیں بلکہ بیرونی سرمایہ کاری کے لئے غیر یقینی حالات پیدا کر کے معاشی عدم استحکام کا باعث بن رہی ہیں۔ نواز شریف کو بھیڑ بھاڑ جمع کر کے ہتھیار ڈالنے پر مجبور نہیں کیا جا سکتا مگر یہ کوئی مناسب دلیل نہیں۔

نواز شریف نے معیشت کو بڑی حد تک سرکاری کنٹرول سے آزاد کیا ہے مگر بدعنوانی اور کینہ پروری کے الزامات کی قیمت پر پھر پارلیمنٹ کے اندر بغیر سوچے سمجھے قانون سازی جبکہ حزب اختلاف پارلیمنٹ کے باہر مظاہرے کر رہی ہو' جمہوری رواداری کی کوئی اچھی مثال نہیں۔ دوسری طرف نفاذ اسلام کی کوششوں سے خواتین اور مذہبی اقلیتوں کو الگ تشویش لاحق ہے۔ نواز شریف کو ۱۹۹۵ء تک اقتدار میں رہنے کے لئے بے نظیر سے جان چھڑانے کے بجائے مفاہمت کی راہ اپنانی چاہئے۔ اس کے لئے ضروری ہو تو بھٹو خاندان کے خلاف جاری مقدمات واپس لینے سے بھی گریز نہیں کرنا چاہئے اور اس کے بعد پارلیمنٹ کے اندر مسائل پر گفتگو ہونی چاہئے۔ دوسری طرف بے نظیر اگر سمجھتی ہے کہ کبھی نہ کبھی وہ اقتدار میں آسکتی ہے تو اس کے لئے بہتر ہے کہ نعرے بازی کی بجائے پارلیمنٹ کو اپنی کوششوں کا مرکز بنائے۔ (دی اکانومسٹ)

بقیہ ــــــ افتتاحیہ

آزادی کے بعد سے بھی یہاں نظام اسلام اور نظام مصطفیؐ کے بلند بانگ دعوؤں کے رد عمل میں ہی وہاں "رام راج" کی لہر اٹھی ہے ورنہ اس دیس میں رام راج کا کیا کام تھا جہاں ایک حصے میں رام ہیرو ہوں اور دوسرے حصے میں ولن۔ اور کیا قیامت ہے کہ اسلام ہی پاکستان میں نہ آسکا جو اگر واقعی آگیا ہوتا تو ہندوستان کے کونے کھدروں کو ہی نہیں 'پوری دنیا کو امن و آشتی کی روشنی بہم پہنچاتا کہ ایمان کا مادہ ہی امن ہے اور اسلام کا حاصل سلامتی۔ اس معاملے میں ہماری نالائقی مجرمانہ بلکہ شرمناک ہے۔ ہمیں تو آج تک جاگیرداری کی اس لعنت کو دفع کرنے کی توفیق بھی نہ ہوئی جو ہماری معاشی و سماجی بلکہ سیاسی ابتری کی بھی جڑ ہے اور جس سے بھارت نے آزادی کے تین چار سال بعد ہی نجات حاصل کر لی تھی!۔OO

بقیہ جلسہ ہائے خلافت

ہوگئی۔ موصوف کے خیالات کی گرمی کے بعد امیر تنظیم کو خطاب کی دعوت دی گئی۔ امیر محترم نے آغاز ہی میں یہ فرمایا کہ میرے خطاب کا انداز روایتی جلسوں کی طرح نہیں ہوتا جس میں حکومت اور اپوزیشن ایک دوسرے پر الزامات کی بارش کرتے ہوئے للکارتے اور فضا کو گرماتے ہیں۔ میں تو آپ کو اصل صورت حال سے آگاہ کروں گا کہ ہم تاریخ کے کس مقام پر کھڑے ہیں فی الوقت ہماری حیثیت ہے کیا، ہمیں کرنا کیا ہے اور اگر آپ کو میری باتیں دل کو لگیں تو اس پر غور کیجئے اور کچھ کرنے کا عزم لے کر اٹھئے۔

امیر تنظیم اسلامی نے فرمایا کہ اگرچہ میری گفتگو قدرے طویل ہوگئی ہے تاہم آپ حضرات اطمینان سے میری گذارشات سن کر جائیں۔ اس کے بعد امیر محترم نے فرمایا کہ

اس وقت پورا کرہ ارضی ایک نیو ورلڈ آرڈر کے چنگل میں جکڑا ہوا ہے جو درحقیقت جیو ورلڈ آرڈر ہے۔ یہود کا بنایا ہوا مالیاتی نظام جو سودی مالیات پر استوار ہے، پوری دنیا کے اقتصادی نظام پر پنجے گاڑے ہوئے ہے۔

اس وقت امت مسلمہ پستی اور لاچاری کی جس انتہا کو پہنچ چکی ہے اس کا ایک بڑا سبب یہ ہے کہ نہ ہمارا اپنے ماضی سے رشتہ استوار ہے اور نہ اپنے مستقبل کی ہمیں کوئی فکر ہے۔ تمام مسلمانان عالم بحیثیت مجموعی صرف حال میں گم ہیں۔ دنیا داری اور مادہ پرستی ہمارا شعار بن چکی ہے۔ یہی رویہ انسان کو حقیقی ایمان سے محروم کردیتا ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے بتایا کہ دنیا میں مسلمانوں کو جو عروج نصیب ہوا وہ ایمان اور عمل صالح کی بنیاد پر حاصل ہوا تھا۔ اہل حق نے جان اور مال کی قربانیاں دے کر اللہ کا دین غالب کیا۔ اللہ کا یہ پختہ وعدہ ہے کہ مسلمان اگر ایمان اور عمل صالح کی روش پر کاربند رہیں تو اللہ لازماً" اقتدار اور خلافت مسلمانوں کو عطا کرے گا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی خبر دی ہے کہ قیامت سے پہلے ایک بار پھر خلافت کا نظام قائم ہوگا اور وہ نظام پورے کرہ ارض پر قائم ہوگا۔ تاہم یہ واضح رہنا چاہیے کہ آج نظام خلافت کا قیام اسی طریق پر ہوگا جس طریق کار سے حضورؐ اور صحابہ کرامؓ نے قائم کرکے دکھایا تھا۔

امیر تنظیم اسلامی نے بتایا کہ عالمی سطح پر آج یہود کو جو غلبہ حاصل ہے اس کی خبریں بھی حضورؐ کی احادیث میں ملتی ہیں۔ دجال اکبر کی صورت میں یہود کے کسی بڑے لیڈر کا ظہور ہوگا اور اس کے ہاتھوں مسلمانوں کے ایمان کی بڑی کڑی آزمائش ہوگی۔ فتنہ دجال کی سختی سے خود حضورؐ نے بھی پناہ مانگی ہے۔ اس فتنے کی واضح علامات آج صاف طور پر محسوس کی جاسکتی ہیں۔ لیکن پھر بالآخر مسلمان جاگیں گے اور ان میں ایک بڑے قائد کی آمد کی خبر بھی حضورؐ نے دی ہے، جنہیں عام طور پر حضرت مہدی کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے اور بالآخر مسلمانوں کو غلبہ عطا ہوگا۔ مگر اس نظام خلافت کے قیام کے لئے ضروری ہے کہ ہر شخص اپنی ذات میں اللہ کا بندہ بنے اور اپنے گھر اور اپنے دائرہ اختیار میں اللہ کی بندگی کا حق ادا کرے۔

جو لوگ یہ دو مرحلے پہلے طے کرلیں ان کے بل پر ہی وہ اجتماعیت تشکیل دی جاسکتی ہے جو باطل نظام سے ٹکرا جائے۔ وہ لوگ منکرات کو چیلنج کریں اور توڑ پھوڑ کرنے کی بجائے اپنے سینوں پر گولیاں کھانے کے لئے تیار رہیں۔ باطل نظام کو جڑ سے اکھاڑ کر دین حق یعنی نظام خلافت کو قائم کرنے کا یہی طریقہ ہے۔ ہم نہیں کہہ سکتے کہ نظام خلافت کا نکتہ آغاز یہ ملک خداداد پاکستان بنے گا یا کوئی اور خطہ زمین۔ لیکن ہمیں یہ یقین ہے کہ اللہ کا دین بالآخر غالب آکر رہے گا۔ اور اس کے لئے اپنی جان ومال سے جدوجہد کرنا ہمارا فرض ہے۔ ویسے بھی گذشتہ چار سو سال کے دوران عالم اسلام کی تمام بڑی شخصیات اسی خطہ زمین میں پیدا ہوئیں اور اکثر عظیم دینی تحریکیں یہیں سے اٹھی ہیں۔ اس سے واضح اشارے ملتے ہیں کہ اللہ کی حکمت میں اس علاقے کو کوئی اہم کردار ادا کرنا ہے۔ نظام خلافت کی برکات کا ذکر کرتے ہوئے ڈاکٹر صاحب نے بتایا کہ اس سے جاگیرداری کا خاتمہ ہوگا اور نظام زکوٰۃ کے صحیح نفاذ کے نتیجے میں اتنی فراوانی ہوگی کہ کفالت عامہ کا ایک مستحکم نظام قائم کیا جاسکے گا۔

آخر میں امیر لاہور شہر نے چند اعلانات کئے پھر امیر محترم نے اجتماعی دعا کروائی اور لوگوں کا شکریہ ادا کیا جنہوں نے طویل خطاب بڑے اطمینان اور سکون کے ساتھ سنا۔ امیر محترم کے خطاب کے آغاز کے ساتھ ہی تمام کرسیاں پر ہوچکی تھیں۔ لوگوں نے سٹیج کے آگے بچھی ہوئی دریوں کو بھرنے کے بعد کھڑے ہو کر بھی جلسہ سنا۔ آس پاس کے لوگوں نے اپنی دوکانوں کے باہر اور گھر کی چھتوں اور بالکونیوں سے بھی جلسے کو سنا اور نظارہ بھی کیا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ جن لوگوں نے اس خطاب کو سنا ہے، اللہ تعالیٰ ان میں عزم اور حوصلہ پیدا فرمائے اور انہیں اپنے دین کی خدمت کے لئے قبول فرمائے۔ آمین۔

ڈسکہ

(وقائع نگار)

امیر محترم نے اگرچہ جسمانی عدم موافقت کے باعث سفر کے معاملے کو بہت حد تک محدود کر رکھا ہے مگر ڈسکہ میں تنظیم اسلامی کی سرگرمیوں کے غالباً "اعتراف" میں امیر محترم نے یہ پروگرام قبول کر لیا۔ چنانچہ وہ جمعہ، ۱۱ر دسمبر کو لاہور سے پونے آٹھ بجے روانہ ہو کر کوئی ڈیڑھ گھنٹے میں ڈسکہ پہنچ گئے جہاں جلسے کا آغاز پروگرام کے مطابق ٹھیک دس بجے ہوا۔ پہلے ڈسکہ میں تنظیم اسلامی کے سرگرم رفیق مرزا ندیم بیگ نے موجودہ ملکی حالات کے حوالے سے پاکستان میں نفاذ اسلام اور نظام خلافت کے قیام کی اہمیت بیان کی پھر تنظیم اسلامی کے ناظم مالیات اور ناظم حلقہ وسطی پنجاب، چودھری رحمت اللہ بٹر صاحب نے ماحول کی مناسبت سے پنجابی میں تقریر

(باقی صفحہ ۱۸ پر)

اگلے شمارے میں دیکھئے

"جسٹس جاوید اقبال کا نفسیاتی مسئلہ"

صاحبزادہ سید خورشید احمد گیلانی کا ایک قیمتی مقالہ

WEEKLY "NIDA-E-KHILAFAT" LAHORE
36 -K,Model Town Lahore- 54700 Regd:No L. 9184

روزنامہ جنگ کی دو مصدقہ خبریں

نیویارک' گذشتہ روز نیویارک کے کینیڈی ائیر پورٹ پر موجود پاکستانیوں کی گردنیں شرم سے اس وقت جھک گئیں جب امریکہ کے کسٹم حکام نے پاکستان کے ایک وفاقی وزیر کو پاکستان کیلئے روانہ ہونے والی پی آئی اے کی پرواز پی کے ۷۰۴ پر سوار ہونے سے روک کر پوچھ گچھ شروع کر دی اور بعد ازاں ان کے پاس سے ۹۷ ہزار ڈالر کی رقم برآمد کر لی۔ یہ رقم وفاقی وزیر امریکی کسٹم رولز کی خلاف ورزی کرتے ہوئے چھپا کر پاکستان لے جا رہے تھے۔ تفصیلات کے مطابق وفاقی وزیر یکم دسمبر کو نیویارک سے پاکستان آنے والی پی آئی اے کی پرواز ۷۰۴ پر سوار ہونے کیلئے وی آئی پی لاؤنج سے نکل کر جب طیارہ میں سوار ہونے کیلئے پہنچے تو طیارے کے قریب موجودہ امریکی کسٹم حکام نے پہلے سے موجود اطلاع کی بنیاد پر وفاقی وزیر سے سوالات کئے۔ کوئی جواز یا رستہ نہ پا کر وفاقی وزیر نے اعتراف کر لیا کہ ان کے پاس نقد کرنسی نوٹوں کی شکل میں ۹۷ ہزار ڈالر کی رقم ہے۔ امریکہ میں رقم لانے یا لے جانے کی مقدار پر کوئی پابندی نہیں البتہ ۱۰ ہزار ڈالر سے زائد رقم ہونے کی صورت میں ڈیکلیریشن فارم میں متعلقہ خانہ بھرنا اور رقم کو ڈیکلیئر کرنا لازمی ہوتا ہے تاکہ منشیات کی کمائی' ناجائز کمیشن اور غیر اخلاقی طریقوں سے حاصل کردہ رقوم کی نقل و حرکت کو کنٹرول کیا جا سکے۔ وفاقی وزیر کے اعتراف پر انہیں طیارہ میں سوار ہونے سے روک کر تحقیقات شروع کر دی گئی۔ چونکہ کینیڈی ائیر پورٹ پر پاکستانی ائیر پورٹوں کے برعکس مسافروں کے متعلقین فلائٹ کے بورڈنگ گیٹ تک بھی جا سکتے ہیں لہٰذا جب بورڈنگ گیٹ سے باہر نکال کر متعلقہ وفاقی وزیر کو لایا گیا تو صورتحال کا علم ہونے پر وہاں موجود کئی پاکستانیوں کی گردنیں شرم سے جھک گئیں۔ وفاقی وزیر خود بھی شرمندہ اور گھبراہٹ کے عالم میں امریکی امیگریشن حکام سے یہ کہتے ہوئے سنے گئے کہ میں پاکستان کا وفاقی وزیر ہوں مجھے علیحدہ کسی کمرہ میں لے چلیں تاکہ آپ سے بات کر سکوں۔ پی آئی اے کا عملہ بھی پریشانی کے عالم میں تھا۔ متعلقہ وزیر کو علیحدہ لے جا کر امریکی حکام نے ان کا بیان ریکارڈ کیا۔ معلوم ہوا ہے کہ وفاقی وزیر نے یہ موقف اختیار کیا کہ وہ اپنی اہلیہ کی علالت کے باعث ان کے علاج کیلئے ایک لاکھ ڈالر کی نقد رقم پاکستان سے اپنے ہمراہ لائے تھے تاکہ بوقت ضرورت خرچ کر سکیں لیکن وہ اس بات کا خاطر خواہ جواب نہ دے سکے کہ پاکستان سے امریکہ داخل ہوتے وقت امریکی کسٹم فارم پر موجود ایک خانے میں اس رقم کا ذکر کرنے کی بجائے اسے خفیہ کیوں رکھا نیز اتنی بڑی رقم کو بنک کے ذریعے ٹرانسفر کیوں نہ کیا گیا یا ٹریول چیکوں کی شکل میں ہونے کی بجائے نقد شکل میں کیونکر ہیں۔ وزیر موصوف اس بات کا بھی خاطر خواہ جواب نہ دے سکے کہ ان کی اہلیہ پچھلے چند ماہ سے امریکہ میں موجود ہیں تو ان کے علاج کے اخراجات اب تک کیسے پورے ہوئے ہیں اور جبکہ وہ بقیہ ۹۷ ہزار ڈالر اپنے ساتھ واپس لے جا رہے تھے تو بعد میں علاج معالجہ کے اخراجات کہاں سے پورے ہوں گے۔

امریکی حکام کو ابھی اس بات کا علم نہیں ہے کہ پاکستان میں وفاقی وزراء اور ان کے اہل خانہ سرکاری ملازم تصور کئے جاتے ہیں لہٰذا ان کی بیویوں کے علاج معالجے کے بیرون ملک ہونے کی صورت میں اخراجات حکومت پاکستان ادا کرتی ہے اور اکثر یہ ادائیگی پاکستانی سفارت خانہ کے ذریعے ہوتی ہے۔ پتہ چلا ہے کہ نیویارک میں پاکستانی قونصل جنرل کو فون پر اطلاع دی گئی امریکی حکام وفاقی وزیر کے جوابات سے مطمئن نہ تھے اور مزید انکوائری چاہتے تھے لیکن پاکستان کے قونصل جنرل کی مداخلت پر وزیر موصوف کا بیان ریکارڈ کرنے کے بعد انہیں طیارہ میں سوار ہونے کی اجازت دے دی گئی لیکن امریکی حکام اس بات کا پتہ چلانے کے لئے کوشش کر رہے ہیں کہ آخر اتنی بڑی رقم نقدی کی صورت میں رکھنے کی کیا ضرورت تھی اگر یہ رقم پاکستان سے لائی گئی تھی تو اسے ڈیکلیر کیوں نہیں کیا گیا۔ بعض حلقوں کا کہنا ہے کہ امریکی حکام کو پتہ ہے کہ یہ رقم کہاں سے اور کیوں آئی اور اسے نقدی کی صورت میں کیوں رکھا گیا ہے۔ ان حلقوں کا کہنا ہے کہ منشیات کی فروخت سے حاصل کردہ رقوم سودوں کے کک بیک اور کمیشن اور دیگر اسی نوعیت کے ذرائع سے حاصل کردہ رقومات کی روک تھام کے لئے امریکہ سخت پالیسی اپنائے ہوئے ہے اور وفاقی وزیر سے برآمد ہونے والی رقم کے بارے میں امریکی حکام اصل حقائق سے واقف ہیں۔ حال ہی میں امریکی حکام متعدد ایسے پاکستانیوں کو زیر حراست لے چکی ہے جو ۱۰ ہزار ڈالر سے زائد رقم امریکہ سے باہر ڈیکلیر کئے بغیر لے جانے کی کوشش کرتے پکڑے گئے۔ امریکی حکام یہ بھی جاننے کی کوشش کر رہے ہیں کہیں یہ رقم کسی خریداری کا کمیشن' سودے کا کک بیک یا منشیات کی فروخت سے حاصل شدہ نہیں ہے۔ ایئر پورٹ پر موجود بعض پاکستانیوں نے وزیر کے اس غیر قانونی فعل پر اپنے غم و غصہ کا اظہار بھی کرتے ہوئے کہا کہ پاکستان کی نمائندگی اور ترجمانی کرنے والے وفاقی وزراء جب بیرون ملک آکر وہاں کے ملکی قوانین کی خلاف ورزیاں کر کے پکڑے جاتے ہیں تو یہ پاکستان اور پاکستانیوں کے لئے بڑے شرم کی بات ہے اور عام پاکستانی تو پکڑا جاتا ہے اور وزراء اپنے منصب اور سفارشوں کے سہارے غیر ممالک میں بھی بچ نکلتے ہیں۔ بہرحال پاکستان کے وفاقی وزیر کے بیان کو ریکارڈ کرنے کے بعد پاکستانی قونصل جنرل کی مداخلت پر جانے کی اجازت دے دی گئی البتہ حکام اس بات کا پتہ چلانے کی کوشش کر رہے ہیں کہ اتنی بڑی رقم کی نقدی کی شکل میں موجودگی کا اصل سبب کیا ہے اور یہ کہاں سے اور کیوں کر آئی اور مذکورہ وزیر نے اسے کسی وقت ڈیکلیر کرنے کے لئے کچھ نہیں کیا۔

— O —

واشنگٹن (این این آئی) امریکہ میں پاکستان کی سفیر سیدہ عابدہ حسین نے اپنے حالیہ دورہ پاکستان کے دوران وفاقی وزراء اور اعلیٰ حکام سے اپنی ملاقاتوں میں ایک وفاقی وزیر کے بارے میں درخواست کی ہے کہ آئندہ ان کے دورہ امریکہ کے سلسلہ میں ہوٹل کی بکنگ سفارت خانہ کے ذریعے سے نہ کرائی جائے کیونکہ ان کے دو ماہ قبل ہونے والے دورہ امریکہ میں بعض "اقدامات" کے باعث سفارت خانہ کو بڑی شرمندگی کا سامنا کرنا پڑا یہ وفاقی وزیر چند ماہ قبل امریکہ گئے تھے اور ان کے لئے پاکستانی سفارت خانہ کی وساطت سے ہوٹل میں بکنگ کرائی گئی تھی اس دوران ہوٹل کی انتظامیہ کو وزیر سے شکایات پیدا ہوئیں۔